لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النور
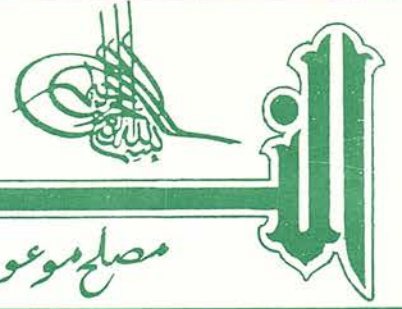
مصلح موعود نمبر

جماعتہائے احمدیہ امریکہ


# نوبت خانہ

فرمودہ

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

"غرض اس نوبت خانہ سے جو یہ نوبت بجی، یہ کیا شاندار نوبت ہے۔ پھر کیسی معقول نوبت ہے۔ وہاں ایک طرف بینڈ بج رہے ہیں۔ ٹوں، ٹوں، ٹوں۔ ٹیں، ٹیں، ٹیں۔ اور یہ کہتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ کیا معقول باتیں ہیں۔ کیسی سمجھدار آدمیوں کی باتیں ہیں۔ بچہ بھی سُنے تو وجد کرنے لگ جائے اور اِن کے متعلق کوئی بڑا آدمی سوچے تو شرمانے لگ جائے


**THE AHMADIYYA GAZETTE** IS PUBLISHED BY THE **AHMADIYA MOVEMENT IN ISLAM**, INC., AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St. P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster: Send address changes to:
**THE AHMADIYYA GAZETTE**
**P. O. Box 226**
**Chauncey, OH 45719-0226**

بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ ٹُوں ٹُوں ٹُوں ۔ ٹِیں ٹِیں ٹِیں ۔ مگر افسوس ! کہ
اِس نوبت خانہ کو آخر مسلمانوں نے خاموش کر دیا ۔ یہ نوبت خانہ حکومت کی
آواز کی جگہ چند مرثیہ خوانوں کی آواز بن کر رہ گیا ۔ اور اِس نوبت کے بجنے پر
جو سپاہی جمع ہُوا کرتے تھے وہ کروڑوں سے دسیوں پر آ گئے اور اُن میں
سے بھی ننانوے فیصدی صرف رسمًا اُٹھک بیٹھک کر کے چلے جاتے ہیں
تب اِس نوبت خانہ کی آواز کا رُعب جاتا رہا ۔ اسلام کا سایہ کھچنے لگ گیا
خدا کی حکومت پھر آسمان پر چلی گئی اور دُنیا پھر شیطان کے قبضہ میں آ گئی ۔
اَب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو ، ہاں تم کو ، ہاں تم کو
خدا تعالیٰ نے پھر اِس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے ۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو
اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو ! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو ! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو
اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں ۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں
بھر دو ۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں
اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تاکہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور
نعرہ ہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آ جائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت
اِس زمین پر قائم ہو جائے ۔ اِسی غرض کیلئے مَیں نے تحریکِ جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض
کیلئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں ۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ ۔

"محمد رسول اللہ صلعم کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہ صلعم کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ صلعم نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے میری آواز نہیں ہے میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

سیر روحانی جلد سوم

## فہرست مضامین




نگران - صاحبزادہ مرزا مظفر احمد - امیر جماعت احمدیہ

مدیر - سید شمشاد احمد ناصر

# القرآن الحکیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾
(میں) اللہ کا نام لیکر جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے، پڑھتا ہوں۔

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۲﴾
وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اللہ نے اُن کے اعمال کو تباہ کر دیا۔

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ﴿۳﴾
اور جو ایمان لائے اور انھوں نے ایمان کے مطابق عمل کیے اور جو محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوا، اس پر ایمان لائے اور وہی اُن کے ربّ کی طرف سے حق ہے۔ اللہ اُن کی بدیوں کو ڈھانپ دے گا اور اُن کے حالات کو درست کر دے گا۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَہُمۡ ﴿۴﴾
یہ اس لیے کیا گیا کہ جنھوں نے کفر کیا تھا انھوں نے جھوٹ کی پیروی کی تھی۔ اور جو ایمان لائے تھے وہ اپنے رب کی طرف سے آنے والے حق کے پیچھے چلے تھے اللہ اسی طرح لوگوں کے سامنے اُن کا (اصل) حال بیان کرتا ہے۔

# احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

"یَنۡزِلُ عِیۡسٰی ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَی الۡاَرۡضِ یَتَزَوَّجُ وَ یُوۡلَدُ لَہٗ"

(مشکوۃ باب نزول عیسیٰ)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے۔ اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف، اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا"۔

(ترجمہ از عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

# پیشگوئی مصلح موعود

"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خُدا کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دِل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظۡھَرُ الۡاَوَّلِ وَ الۡاٰخِرِ۔ مَظۡھَرُ الۡحَقِّ وَ الۡعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خُدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

# کلماتِ طیّبات

## حضرت مصلح موعود کی "بیعت خلافت" کے وقت پہلی تقریر

(مؤرخہ ۱۴- مارچ ۱۹۱۴ء)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

### سنو!

دوستو! میرا یقین اور کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میرے پیارو! پھر میرا یقین ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں میرا یقین ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آسکتا جو آپ کی دی ہوئی شریعت میں سے ایک شوشہ بھی منسوخ کر سکے۔

میرے پیارو! میرا وہ محبوب آقا سید الانبیاءؐ ایسی عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی میں داخل ہو کر کامل اتباع اور وفاداری کے بعد نبیوں کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی کی ایسی شان اور عزت ہے کہ آپؐ کی سچی غلامی میں نبی پیدا ہو سکتا ہے یہ میرا ایمان ہے اور پورے یقین سے کہتا ہوں۔

پھر میرا یقین ہے کہ قرآن مجید وہ پیاری کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور وہ خاتم الکتب اور خاتم شریعت ہے۔ پھر میرا یقین کامل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہی نبی تھے جس کی خبر مسلم میں ہے۔ اور وہی امام تھے جس کی خبر بخاری میں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ شریعتِ اسلامی سے کوئی حصہ اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کی اقتداء کرو۔ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور کامل تربیت کا نمونہ تھے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد دوسرا اجماع جو ہُوا وہ وہی خلافت حقہ راشدہ کا سلسلہ ہے۔ خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخ

اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئی جب وہ خلافت محض حکومت کے رنگ میں تبدیل ہو گئی تو گھٹتی گئی- یہاں تک کہ اب جو اسلام اور اہل اسلام کی حالت ہے تم دیکھتے ہو- تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی منہاج نبوۃ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ کے وعدوں کے موافق بھیجا اور ان کی وفات کے بعد پھر وہی سلسلہ خلافت راشدہ کا چلا ہے- حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب (ان کا درجہ اعلیٰ علّیین میں ہو- اللہ تعالیٰ کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل کرے جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ان کے دل میں بھری ہوئی اور ان کے رگ وریشہ میں جاری تھی جنت میں بھی اللہ تعالیٰ انھیں پاک وجودوں اور پیاروں کے قرب میں آپ کو اکٹھا کرے) اس سلسلہ کے پہلے خلیفہ تھے- اور ہم سب نے اسی عقیدہ کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی- پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اسلام مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا- اس وقت جو تم نے پکار پکار کر کہا ہے کہ میں اس بوجھ کو اٹھاؤں اور تم نے بیعت کے ذریعہ اظہار کیا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہارے آگے اپنے عقیدہ کا اظہار کروں-

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک خوف ہے اور اپنے وجود کو بہت ہی کمزور پاتا ہوں حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے غلام کو وہ کام مت بتاؤ جو وہ کر نہیں سکتا- تم نے مجھے اس وقت غلام بنانا چاہا ہے تو وہ کام مجھے نہ بتانا جو میں نہ کر سکوں- میں جانتا ہوں کہ میں کمزور اور گنہگار ہوں میں کس طرح دعویٰ کر سکتا ہوں کہ دنیا کی ہدایت کر سکوں گا اور حق اور راستی کو پھیلا سکوں گا- ہم تھوڑے ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم اور غریب نوازی پر ہماری امیدیں بے انتہاء ہیں- تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے تو سنو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے میری مدد کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق چاہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری میں میری اطاعت کرو-

میں انسان ہوں اور کمزور انسان مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا- تم سے غلطیاں ہوں گی میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ میں چشم پوشی اور درگزر کروں گا اور میرا اور تمہارا متحد کام اس سلسلہ کی ترقی اور اس سلسلہ کی غرض وغایت کو عملی رنگ میں پورا کرنا ہے- پس اب جو تم نے میرے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے اس کو وفاداری سے پورا کرو- تم مجھ سے اور میں تم سے چشم پوشی خدا کے فضل سے کرتا رہوں گا- تمہیں امر بالمعروف میں میری اطاعت اور

فرمانبرداری کرنی ہوگی۔ اگر نعوذ باللہ کہوں کہ خدا ایک نہیں تو اسی خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں ہم سب کی جان ہے جو وحدہٗ لاشریک اور لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (الشوریٰ:۱۲) ہے کہ میری ایسی بات ہرگز نہ ماننا۔

اگر میں تمہیں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ نبوت کا کوئی نقص بتاؤں تو مت مانیو۔ اگر قرآن کریم کا کوئی نقص بتاؤں تو پھر خدا کی قسم دیتا ہوں مت مانیو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو خدا تعالیٰ سے وحی پاکر تعلیم دی ہے اس کے خلاف کہوں تو ہرگز ہرگز نہ ماننا۔ ہاں میں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ امر معروف میں میری خلاف ورزی نہ کرنا۔ اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لوگے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کریگا۔

## ہماری متّحد دعائیں کامیاب ہوں گی

اور میں اپنے مولیٰ کریم پر بہت بڑا بھروسہ رکھتا ہوں مجھے یقین کامل ہے کہ میری نصرت ہوگی۔ پرسوں جمعہ کے روز میں نے ایک خواب سنایا تھا کہ میں بیمار ہو گیا اور مجھے ران میں درد محسوس ہوا۔ اور میں نے سمجھا کہ شاید طاعون ہونے لگا تب میں نے اپنا دروازہ بند کرلیا اور فکر کرنے لگا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔ میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے وعدہ کیا تھا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ (تذکرہ صفحہ ۴۲۷) یہ خدا کا وعدہ آپ کی زندگی میں پورا ہوا۔ شاید خدا کے مسیحؑ کے بعد یہ وعدہ نہ رہا ہو کیونکہ وہ پاک وجود ہمارے درمیان نہیں۔ اسی فکر میں میں کیا دیکھتا ہوں یہ خواب نہ تھا بیداری تھی میری آنکھیں کھلی تھیں میں در و دیوار کو دیکھتا تھا کمرے کی چیزیں نظر آرہی تھیں میں نے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ ایک سفید اور نہایت چمکتا ہوا نور ہے۔ نیچے سے آتا ہے اور اوپر چلا جاتا ہے نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء اس نور میں سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک سفید چینی کے پیالہ میں دودھ تھا۔ جو مجھے پلایا گیا جس کے بعد معاً مجھے آرام ہو گیا اور کوئی تکلیف نہ رہی۔ اس قدر حصہ میں نے سنایا تھا۔ اس کا دوسرا حصہ اُس وقت میں نے نہیں سنایا اب سناتا ہوں وہ پیالہ جب مجھے پلایا گیا تو معاً میری زبان سے نکلا

"میری امت بھی کبھی گمراہ نہ ہوگی"

میری امت کوئی نہیں تم میرے بھائی ہو مگر اس نسبت سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مسیح موعودؑ کو ہے یہ فقرے نکلے۔ جس کام کو مسیح موعودؑ نے جاری کیا اپنے موقعہ پر وہ امانت میرے سپرد ہوئی ہے۔ پس دعائیں کرو اور تعلقات بڑھاؤ اور قادیان آنے کی کوشش کرو اور بار بار

آؤ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا اور بار بار سنا کہ جو یہاں بار بار نہیں آتا اندیشہ ہے کہ اس کے ایمان میں نقص ہو۔ اسلام کا پھیلانا ہمارا پہلا کام ہے مل کر کوشش کرو تاکہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کی بارش ہو۔ میں پھر تمہیں کہتا ہوں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں اب جو تم نے بیعت کی ہے اور میرے ساتھ ایک تعلق حضرت مسیح موعودؑ کے بعد قائم کیا ہے اس تعلق میں وفاداری کا نمونہ دکھاؤ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو میں ضرور تمہیں یاد رکھوں گا۔ ہاں یاد رکھتا بھی رہا ہوں۔ کوئی دعا میں نے آج تک ایسی نہیں کی جس میں مَیں نے سلسلہ کے افراد کے لئے دعا نہ کی ہو مگر اب آگے سے بھی بہت زیادہ یاد رکھوں گا۔ مجھے کبھی پہلے بھی دعا کے لئے کوئی ایسا جوش نہیں آیا جس میں احمدی قوم کے لئے دعا نہ کی ہو۔ پھر سنو! کہ کوئی کام ایسا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے عہد شکن کیا کرتے ہیں۔ ہماری دعائیں یہی ہوں کہ ہم مسلمان جیئیں اور مسلمان مریں۔ آمین

## الفاظ بیعت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول جس طرح پر ہاتھ میں ہاتھ لے کر فرماتے جاتے تھے اور طالب تکرار کرتا تھا۔ اسی طرح پر اب بیعت لیتے ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (۳ بار) آج میں احمدی سلسلہ میں محمود کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں گرفتار تھا اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آئندہ بھی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرونگا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ شرک نہیں کروں گا۔ اسلام کے تمام احکام بجالانے کی کوشش کرونگا اور آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرونگا۔ اور مسیح موعودؑ کے تمام دعاوی پر ایمان رکھوں گا۔ جو تم نیک کام بتاؤ گے ان میں تمہاری فرمانبرداری کرونگا۔ قرآن شریف اور حدیث کے پڑھنے اور سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ حضرت صاحب کی کتابوں کو پڑھنے یا سننے اور یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ (۳ بار) رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِيْرًا وَّاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور بہت ظلم کیا۔ اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# ایک صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب

( از حضرت سیدنا مرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی )

مکرمی ! السلام علیکم ۔ تیرہؔ مارچ کا لکھا ہُوا خط جو ۱۸۔ مارچ کو صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری کے نام پہنچا میں نے پڑھا ہے۔ اور چونکہ اس خط میں آپ نے اپنے سوالات کے جواب مجھ سے پوچھ کر لکھنے کی درخواست کی ہے میں نے مناسب خیال کیا کہ میں خود ہی ان سوالات کے جواب لکھوادوں۔ آگے ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور دلوں پر سوائے اس کے کسی کی حکومت نہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ چونکہ میں کچھ دن بیمار رہا ہوں اس لئے آپ کو جلد جواب نہیں لکھوا سکا۔ آپ نے پانچ سوال کئے ہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ پانچوں سوال درحقیقت ایک ہی سوال کی شاخیں ہیں اور ایک سوال دوسرے کے ساتھ پیوست ہے بہرحال میں آپ کے پانچوں سوالات کے جواب ذیل میں لکھواتا ہوں۔ آپ کے پانچ سوال یہ ہیں:

میں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کی بہت تعریف سنی ہے اور اسلام کے متعلق جو آپ نے تعلیم دی ہے میں اسے بہت عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

میں اس بات کے لئے تیار ہوں کہ ان کو ایک مصلح اعظم تسلیم کروں لیکن احمدیت کا اظہار کرتے ہوئے مجھے مفصلہ ذیل امور کی وجہ سے خوف معلوم ہوتا ہے۔

(۱) اگر میں احمدیت کا اظہار کروں تو مجھے تمام مسلمان کافر سمجھیں گے اور مجھے بھی ان کو ایسا ہی سمجھنا پڑے گا۔

(۲) احمدی لوگ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے اور اس لئے غیر احمدی بھی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اس طرح مجھے تمام اسلامی مساجد سے قطع تعلق کرنا پڑے گا۔ حالانکہ ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ پنجوقتہ جماعت کے ساتھ قریب کی مسجد میں نماز پڑھے اور جمعہ کی نماز جامع مسجد میں ادا کرے۔

(۳) اس صورت میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ احمدی نام اختیار کرنے سے مجھے کس قدر تکلیف اٹھانی پڑے گی قرآن کریم ہمیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا قرآن کریم میں ہمارا نام مسلمان ہے اور ہمیں تاکید ہے کہ ہم مذہب کو فرقوں میں تقسیم نہ کریں۔

(۴) قرآن یا احادیث میں کسی جگہ یہ مذکور نہیں کہ ہر انسان کو اپنی نجات کے لئے مسیح اور مہدی پر اعلانیہ ایمان لانا ضروری ہے۔

(۵) باوجود اس کے مذکورہ بالا حالات کے ماتحت مَیں اس میں کوئی ہرج نہیں دیکھتا کہ خفیہ طور پر ایمان رکھوں۔

یہ میرے عقائد ہیں اگر میں غلطی پر ہوں تو مہربانی کرکے قرآن اور احادیث کے حوالہ جات سے مجھے اس غلطی پر مطلع کیا جائے۔

ان سوالات کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ آپ کے خیال میں حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے میں آپ کو بعض باتیں روک ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے سلسلہ احمدیہ میں علی الاعلان داخل ہونے سے اسلام کے بعض فرائض کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ گو ان تمام سوالات کے جواب الگ الگ بھی دوں گا لیکن پہلے میں سب سوالات پر مجموعی طور سے نظر ڈالنا چاہتا ہوں۔

میرے خیال میں ان سب سوالات کے جواب ہم صرف ایک سوال میں دے سکتے ہیں اور وہ یہ کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے یا نہیں۔ اگر آپ حق پر نہ تھے تو ان سوالات کی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ جھوٹے آدمی کا ماننا خواہ پوشیدہ ہو خواہ ظاہر ہر طرح گناہ اور معصیت ہے۔ اور اگر آپ سچے تھے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ضرور سچے تھے تو پھر بھی یہ سوال حل ہو جاتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بیعت کرنے یا نہ کرنے اپنے مخالفوں کے پیچھے نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے وغیرہا سب مسائل کی بناء خدا تعالیٰ کے الہامات پر رکھی ہے اور اپنی طرف سے ان مسائل پر کچھ نہیں لکھا۔ پس آپ کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد ایک دانا انسان کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہتا کہ وہ ان سب باتوں کو

قبول کرے کیونکہ ان کو رد کرنا خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے فیصلہ کو رد کرنا ہے۔ اور ان کا قبول کرنا در حقیقت خدا تعالیٰ کے فیصلہ کو قبول کرنا ہے۔ غرضکہ اصل جھگڑا صرف حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے متعلق ہے اور سوال یہ ہے کہ کیا آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے؟ اگر اس سوال کا جواب یہ ملے کہ ہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے تو اب جو کچھ ان کا حکم ہے وہ ہمیں قبول کرنا پڑے گا۔ اور خصوصاً ان باتوں کے رد کرنے کی تو ہمارے پاس کوئی وجہ ہی نہیں جن کی نسبت مسیح موعودؑ نے فرمادیا ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ جب وہ سچے ہیں تو وہ باتیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہیں وہ بھی سچی ہیں۔ اور ان پر اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ پس آپ کے ان سوالات کے جواب میں سب سے پہلے تو میں یہی کہوں گا کہ آپ اس بات کی تحقیق کریں کہ مسیح موعودؑ واقعہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے یا نہیں۔ اگر آپ پر یہ بات کھل جائے کہ وہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو پھر آپ کو ان سوالات کا جواب بھی خود ہی مل جائے گا کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو اس کے فیصلوں کا ماننا ضروری ہے اور جن باتوں کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے وہ تو ایسی ہیں کہ ان کے متعلق مسیح موعودؑ کا فیصلہ امر الٰہی کے ماتحت ہے۔ اب میں مختصراً آپ کے سوالات کا جواب نمبروار دیتا ہوں۔

۱۔ <u>پہلا سوال یہ ہے:</u> کہ اگر میں احمدیت کا اظہار کروں تو مجھے تمام مسلمان کافر سمجھیں گے اور مجھے بھی ان کو ایسا ہی سمجھنا پڑے گا۔

اگر آپ اس سوال پر مزید غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کے احمدی مشہور ہونے یا نہ ہونے کو مسئلہ کفرو اسلام غیر احمدیاں سے تعلق ہی نہیں کیونکہ پہلا سوال تو یہ ہوگا کہ آیا مسیح موعودؑ کے منکر کافر ہیں یا نہیں۔ اگر وہ کافر نہیں تو خواہ آپ احمدی مشہور ہوں یا نہ ہوں آپ کو انہیں مسلمان ہی ماننا پڑے گا اور اگر وہ مسلمان نہیں تو پھر بھی خواہ آپ اپنے احمدی ہونے کا اظہار نہ کریں اور خفیہ رہیں آپ کو انہیں کافر ماننا پڑے گا کیونکہ آپ کے احمدی مشہور ہونے یا نہ ہونے سے اصل واقعہ میں فرق نہیں آجاتا اگر وہ کافر ہیں تو ہر دو صورت میں کافر ہی رہیں گے اور اگر وہ مسلمان ہیں تو ہر دو صورت میں مسلمان رہیں گے اگر فرق ہوگا تو صرف یہ کہ اگر آپ احمدی مشہور ہوں تو لوگوں کو آپ کے دلی خیالات کا علم ہو جائے گا اور اگر آپ احمدی مشہور نہ ہوں تو آپ کے حقیقی خیالات سے لوگ ناواقف رہیں گے۔ پس سوائے اس کے کہ حقیقت پر ایک پردہ پڑا رہے نفسِ حقیقت میں کسی کے احمدی

مشہور ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں آتا۔ جو شخص مسیح موعود کو سچا مان لے اور اسے یہ بھی یقین ہو جائے کہ اس کے منکر کافر ہیں تو گو وہ اپنی احمدیت کو ظاہر کرے یا نہ کرے اور لوگوں میں غیر احمدی مشہور ہو تب بھی اپنے دل میں تو اسے غیر احمدیوں کو کافر ہی سمجھنا پڑے گا۔ اور اگر ایک شخص حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کو کافر خیال نہیں کرتا تو خواہ وہ اپنی احمدیت کا کتنا ہی اعلان کرے غیر احمدیوں کو کافر کہنے پر مجبور نہیں کیونکہ کسی چیز کے علی الاعلان کہہ دینے سے اس کے منکروں پر کفر کا فتویٰ نہیں لگ جاتا۔ بلکہ صرف اسی چیز کے منکروں پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے جس کا انکار واقعہ میں کفر ہو۔ اب رہا اس سوال کا دوسرا پہلو اور وہ یہ کہ آپ کے احمدی مشہور ہونے پر لوگ آپ کو کافر کہیں گے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے اسلام پر دوسروں کے کافر کہنے یا مسلمان کہنے کا کیا اثر پڑتا ہے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم و دیگر صحابہ کرامؓ کو مسلمانوں کی ایک جماعت منافق کہتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور ان کا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ سچے دل سے اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے بلکہ صرف اسلام کا اظہار کرتے تھے اور ایسا منافق در حقیقت کافر ہی ہوتا ہے لیکن کیا ان لوگوں کے ایسا کہہ دینے سے یہ بزرگ کافر بن جاتے ہیں یا ان کا کوئی نقصان ہو جاتا ہے پھر ان کے بعد جس قدر بزرگ ہوئے ہیں قریباً سب پر کفر کا فتویٰ لگا۔ سید عبد القادر جیلانیؒ پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور بڑے بڑے مولویوں نے اس پر اپنی مہریں لگائیں۔ اور آپ کا نام نعوذ باللہ من ذالک ابلیس رکھا۔ مجدد الف ثانیؒ، احمد سرہندیؒ پر بھی کفر کا فتویٰ لگا۔ جنید بغدادیؒ اور شبلیؒ بھی کافر قرار دیئے گئے لیکن کیا ان لوگوں نے اپنے عقائد کو اس ڈر سے کہ لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں چھپا لیا۔ اور کیا لوگوں کے کافر کہنے سے وہ واقعہ میں کافر ہو گئے یا ان کے دین میں کوئی نقص پیدا ہو گیا۔ آج تو سنی شیعوں کو اور شیعہ سنیوں کو۔ اور یہ دونوں خوارج کو اسلام سے باہر خیال کرتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جس کے پیروان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا۔ لیکن کسی کے دوسرے کو کافر کہنے سے اس کے مذہب میں کوئی نقص نہیں آجاتا۔ نقص تو تبھی آتا ہے جب واقعہ میں کوئی کفر کا عقیدہ انسان کے اندر پیدا ہو جائے۔ پس لوگوں کے کافر کہنے سے خوف کھا کر ایک حق کو قبول نہ کرنا کسی نفع کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک شخص مسلمان ہو اور ساری دنیا اسے کافر کہے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا اور اگر ایک شخص کافر ہو اور سب دنیا اسے مسلمان کہے تو وہ مسلمان نہیں ہو جاتا۔

بات یہ ہے کہ لوگوں نے کفر و اسلام کے مسئلہ کو سمجھا ہی نہیں اگر وہ روحانی معاملات کو جسمانی معاملات پر عرض کر کے ان کی صداقت معلوم کرتے تو ان پر حق کھل جاتا اور صداقت روشن ہو جاتی۔ قرآن کریم کی یہ طرز ہے کہ وہ روحانی سلسلہ کا جسمانی سلسلہ سے مقابلہ کر کے اپنی پیش کردہ تعلیم کی صداقت ظاہر کرتا ہے اور کسی بات کی صداقت ثابت کرنے کے لئے یہ طریق نہایت عمدہ ہے کیونکہ جسمانی سلسلہ کی نسبت تو کسی کو شک ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب کہ کسی مذہب کو ان قواعد کے مطابق ثابت کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے جسمانیات میں جاری کئے ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ وہ مذہب اسی خدا کی طرف سے ہے جو دنیا کا خالق ہے۔ اگر ہم مسئلہ کفر کو اسی رنگ میں دیکھیں تو نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے کفر بیماری ہے اور اسلام صحت کا نام۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حد تک انسان کے اندر بیماری کا مادہ ہوتے ہوئے بھی وہ تندرست کہلاتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں اکثر انسان جو تندرست کہلاتے ہیں ان کی صحت میں بھی خفیف خفیف نقص ہوتے ہیں لیکن ان کی وجہ سے ہم ان کو بیمار نہیں کہہ دیتے۔ اسی طرح ہر بیمار میں ایک حد تک صحت کا مادہ بھی ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ سے ہم اسے تندرست نہیں کہتے۔ تندرست اسی کو کہتے ہیں جس کے سب اعضاءِ رئیسہ بیماری سے بچے ہوئے ہوں یا اس کے جسم پر بیماری غالب نہ آگئی ہو۔ اور بیمار اسے کہتے ہیں جس کے جسم پر بیماری غالب آگئی ہو یا اس کے اعضاءِ رئیسہ میں سے کسی پر اسے غلبہ حاصل ہو گیا ہو۔ کفر و اسلام کا بھی یہی حال ہے ایک شخص باوجود اس کے کہ اس میں بعض گناہ پائے جاتے ہوں مسلمان کہلاتا ہے اور مسلمان اس لئے کہ اس کی روحانیت پر گناہ غالب نہیں آگیا۔ اور جب وہی گناہ غالب آجاتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اسی طرح ایسا شخص بھی جو بہت سے مسائل میں حق پر ہو لیکن ایک اہم مسئلہ میں جو روحانی سلسلہ کے اعضاءِ رئیسہ میں شامل ہو حق پر نہ ہو کافر کہلاتا ہے۔

پہلی بات کی مثال میں دہریہ پیش کئے جاسکتے ہیں کہ ان کے سب جسم پر بیماری کو غلبہ حاصل ہے اور وہ مذہب کے کسی اصل کو بھی قبول نہیں کرتے پھر برہمو ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو قبول کرتے ہیں لیکن آگے الہام اور نبیوں کو قبول نہیں کرتے۔ ان کی روحانیت کا گویا ایک عضو درست ہے لیکن باقی بیمار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔ (النساء : ۱۳۷) اور

برہمو ان باتوں میں سے چاروں باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ پھر مشرکین عرب ہیں جو خدا اور ملائکہ کو تو مانتے تھے مگر اس کے نبیوں اور کتابوں اور بعث بعد الموت کے منکر تھے اس کے بعد ہندو ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ ، ملائکہ 'الہام' رسولوں اور بعث بعد الموت کے قائل ہیں لیکن صرف ابتدائی زمانہ کی ہدایت کے سوا اور سب ہدایتوں کے منکر ہیں۔ پھر یہود ہیں ان میں سے دو گروہ ہیں ایک وہ جو سب مسائل کو قبول کرتے ہیں۔ لیکن نبیوں میں سے دو نبیوں کے منکر ہیں اور ایک ان کا گروہ وہ ہے جو علاوہ ان دو نبیوں کے انکار کے بعث بعد الموت کا بھی قائل نہیں۔ آخر میں مسیحیوں کا نمبر آتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ اسلام کے قریب ہیں اور سب باتوں کو قبول کرتے ہیں۔ صرف نبیوں میں ہمارے آنحضرت ﷺ کو قبول نہیں کرتے لیکن یہ بھی کافر ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو شرائطِ اسلام مقرر فرمائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔ ملائکہ پر ایمان ہو سب کتب پر ایمان ہو۔ بعث بعد الموت پر ایمان ہو۔ ان میں سے ایک شرط ان میں پورے طور پر نہیں پائی جاتی یعنی وہ سب نبیوں پر ایمان نہیں لاتے بلکہ خاتم النّبیّین آنحضرت ﷺ کے منکر ہیں۔ اب آنحضرت ﷺ کے بعد اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے تو جو مسلمان کہلانے والے لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ باوجود دیگر سب مذاہب کی نسبت اس کے قریب ہونے کے ایک شرط کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے بیماروں میں ہی شامل ہوں گے کیونکہ اعضاءِ رئیسہ میں سے ان کا ایک عضو بیمار ہے۔

اب جس شخص کے خیال میں ایک دوسرے شخص میں مذکور بالا قاعدہ کے ماتحت جو خود قرآن کریم نے بتایا ہے کوئی نقص پایا جاتا ہے اور وہ اسے کافر کہنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اس میں ایک ایسی بیماری پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہ بیماروں میں شامل ہونے کے لائق ہے اس شخص کو اس پر ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہیں اس کا حق ہے کہ اس کی غلطی اسے سمجھائے اور بتائے کہ مجھ میں سب شرائطِ اسلام پائی جاتی ہیں۔ پس بجائے مجھے جو پورا مسلمان ہوں کافر کہنے کے تُو اپنے اسلام کی اصلاح کر لیکن اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ اسے یہ کہے کہ تو اپنے عقیدہ کو حق سمجھتے ہوئے مجھے کافر کیوں خیال کرتا ہے۔ کافر کے تو صرف یہ معنی ہیں کہ وہ اصول مسائل میں سے سب یا بعض یا ایک مسئلہ کا انکار کرتا ہے اور جو شخص کسی انسان کی نسبت ایسا خیال کرتا ہے وہ اسے کافر خیال کرنے پر مجبور ہے اور اگر وہ اسے مسلم ہی سمجھتا ہے تو اسے اس کے خیالات کو قبول کرلینا چاہئے اور اپنے خیالات کو ترک کرنا چاہئے۔

غرض جب کافر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ جس شخص کی نسبت وہ لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ کم سے کم ایک بڑے حق کا انکار کر رہا ہے اور جبکہ اسکے صرف یہ معنی ہیں تو کیسی خلاف عقل بات ہو گی اگر ہم اپنے مخالف سے جس کے نزدیک ہمارا اور اس کا اصولی اختلاف ہے یہ امید رکھیں کہ وہ ہماری نسبت یہ اعلان کرے کہ ہم کسی حق کا انکار نہیں کرتے یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہم کافر نہیں ہیں۔ ہم اس کو یہ تو ضرور کہیں گے کہ ہمیں کافر کہنے پر تم غلطی پر ہو اور ہم میں سب شرائط اسلام پائی جاتی ہیں اور تم کو بھی چاہئے کہ اس حق کو قبول کرو جو ہمارے پاس ہے لیکن جب تک وہ اپنے عقائد پر قائم ہے وہ ہمیں کافر کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکتا پس جو شخص احمدی ہوتا ہے اسے اگر دوسرے لوگ کافر کہتے ہیں تو انہیں ایسا کہنے دے اور ان کو سمجھائے کہ میں حقیقی اسلام پر ہوں اور ان لوگوں کا حق ہے کہ اپنے عقائد کے مطابق اسے کافر ہی سمجھیں جب ان کے مذہب کے رو سے واقعہ میں اس نے ایک جھوٹے مدعی کو قبول کیا ہے تو وہ اسے حق پر کس طرح کہہ سکتے ہیں اور اگر یہ واقعہ میں حق پر ہے تو لوگوں کے یہ سمجھ لینے سے کہ یہ باطل پر ہے اسے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

**۲۔ آپ کا دوسرا سوال یہ ہے:** کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اگر کوئی شخص احمدی ہو جائے تو اسے کُل مسجدوں سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ اور ایک فرض کو ترک کرنا پڑے گا جو جائز نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کی بناء صرف خیالات پر نہیں اور اسلام انسان کو رسومات میں گرفتار کرنے نہیں آیا۔ بلکہ اسلام میں جس قدر احکام ہیں ان سب کی غرض اطاعت الٰہی ہے اور کوئی کام اپنی ذات میں ثواب کا مستحق انسان کو نہیں بنا دیتا بلکہ اطاعت الٰہی انسان کو ثواب کا مستحق بناتی ہے نماز کیسی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور عملی شریعت کے ارکان میں سے ہے لیکن اگر کوئی شخص سورج نکلتے وقت یا سورج ڈوبتے وقت نماز پڑھے تو یہی عبادت گناہ ہو جاتی ہے۔ روزہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے لیکن عید کے دن روزہ رکھنے والا شیطان ہوتا ہے پس کوئی عمل درحقیقت فی ذاتہٖ اچھا نہیں بلکہ عمل وہی اچھا ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کا مستحق بنا دے۔

جنگ احزاب میں آنحضرت ﷺ کو چار نمازیں اکٹھی پڑھنی پڑیں حالانکہ قرآن کریم میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں مگر آپ کا یہ فعل شریعت اسلام کے خلاف نہ تھا۔ نہ قرآن کریم

کے حکم کے خلاف۔ وہ ایک وقتی مجبوری تھی جس کی وجہ سے ایسا کرنا پڑا۔ اب بھی اگر کسی کو ایسی مجبوری پیش آئے تو وہ ایسا ہی کر سکتا ہے اور اس کے لئے ایسا جائز ہوگا۔ سونا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں لیکن حضرت عمرؓ نے کسریٰ کے کڑے ایک صحابی کو پہنائے اور جب اس نے ان کے پہننے سے انکار کیا تو اس کو آپ نے ڈانٹا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تیرے ہاتھوں میں مجھے کسریٰ کے کڑے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح ایک موقعہ پر کسریٰ کا تاج اور اس کا ریشمی لباس جب غنیمت کے اموال میں آیا تو حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو اس لباس اور اس تاج کے پہننے کا حکم دیا اور جب اس نے پہن لیا تو آپ رو پڑے اور فرمایا چند دن ہوئے کسریٰ اس لباس کو پہن کر اور اس تاج کو سر پر رکھ کر ملکِ ایران پر جابرانہ حکومت کرتا تھا اور آج وہ جنگلوں میں بھاگا پھر رہا ہے۔ دنیا کا یہ حال ہوتا ہے اور یہ حضرت عمرؓ کا فعل ظاہر بین انسان کو شاید درست معلوم نہ ہو کیونکہ ریشم اور سونا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں لیکن ایک نیک بات سمجھانے اور نصیحت کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو چند منٹ کے لئے سونا اور ریشم پہنا دیا۔ غرض اصل شئے تقویٰ اللہ ہے۔ احکام سب تقویٰ اللہ کے پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں اگر تقویٰ اللہ کے حصول کے لئے کوئی شئے جو بظاہر عبادت معلوم ہوتی ہے چھوڑنی پڑے تو وہی کار ثواب ہوگا جیسے میں نے بتایا ہے کہ عید کے دن روزہ اور سورج نکلتے اور غروب ہوتے وقت نماز کا ترک ہی ثواب کا موجب ہے اور ان عبادتوں کا ان اوقات میں بجا لانا انسان کو شیطان بنا دیتا ہے۔ اس اصل کو مدنظر رکھ کر اب آپ نماز باجماعت کے معاملہ کو دیکھیں۔ مسیح موعودؑ آتا ہے اس کی صداقت کو ہم نشانات سے دیکھتے ہیں اور اسے سچا پاتے ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تیری جماعت کے لوگ غیروں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اب بتائیں کہ خدا تعالیٰ کے اس حکم کا ماننا ثواب ہوگا یا اس کو ترک کرنا ثواب ہوگا۔ نماز باجماعت بے شک ایک کارِ ثواب ہے لیکن اسی وقت جب کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف وہ نماز ہو تو وہ ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ بعض علماء نے بھی اپنے مخالفوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے اپنے متبعین کو روکا ہے لیکن ان کا یہ فعل ناجائز تھا کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھا۔ لیکن مسیح موعودؑ کی صداقت کو جب ایک شخص مان لے اور مسیح موعودؑ ایک بات اذن الٰہی سے کہے تو اس کی اطاعت ہی کارِ ثواب ہوگا نہ کہ اس کی خلاف ورزی۔ ہم تو احادیث میں دیکھتے ہیں کہ بارش کے وقت بھی جماعت ترک کر دینے کی اجازت

ہے اور صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ (مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الرحال فی المطر) کا حکم ہے۔ جب اس چھوٹی سی وجہ کے پیدا ہونے سے نماز باجماعت کو ترک کیا جا سکتا ہے تو جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو وہاں یہ عذر کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے کہ احمدی ہو کر نماز باجماعت ترک کرنی پڑے گی جس خدا نے نماز باجماعت کا حکم دیا ہے اسی نے اپنے مسیحؑ کی معرفت یہ حکم دیا ہے کہ اب غیر کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ پس اگر مسیح موعودؑ سچا ہے تو اب ثواب اسی میں ہے اور وہی نماز قبول ہے جو علیحدہ پڑھی جائے نہ وہ جو غیر احمدی کے پیچھے۔ اس جگہ یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ شریعتِ اسلام تو کامل ہو چکی ہے اب یہ نیا حکم کیونکر جاری ہوا کیونکہ یہ کوئی نیا حکم نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اگر یہ حکم دیتے کہ نماز باجماعت پڑھنی جائز نہیں تب بے شک ایک نیا حکم ہوتا لیکن آپ نے تو یہ حکم دیا ہے کہ غیر احمدی کے پیچھے جائز نہیں اور یہ حکم نیا نہیں نماز باجماعت سے تو آپ نے نہیں روکا۔ احمدی آپس میں نماز باجماعت پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر جو شخص احمدیت قبول کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اکیلا نہیں رکھتا بلکہ اس کے لئے جماعت کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص جو نماز پڑھا رہا ہے وہ ناپاک ہے اور بلا غسل نماز پڑھا رہا ہے یا بلا وضو تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے؟ کبھی نہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ امام تو احکام اسلام کو توڑ رہا ہے اس کے پیچھے نماز کی قبولیت کیا ہوگی۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔ (کشف الغمۃ جلد ۳ صفحہ ۳۳۵) اب جو شخص امام وقت اور مسیح موعودؑ کو قبول نہیں کرتا وہ کس قدر خدا تعالیٰ سے دور ہے حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ جو انسانوں میں سے اصدق الصادقین ہیں اس کی موت کو اسلام سے پہلے کے کفار کی موت کی طرح قرار دیتے ہیں۔ پس جو شخص آنحضرت ﷺ کو قبول کرتا ہے اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو قبول کرتا ہے وہ آپ کے منکر کے پیچھے کس طرح نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ نماز کا امام تو سب جماعت کا قائم مقام ہوتا ہے پھر کیا خدا تعالیٰ کے حضور اپنی التجاؤں کے پیش کرنے کے لئے انسان اس شخص کو آگے کر سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے اس شخص کو اپنا امام بنانا گویا اپنی دعاؤں کو بھی قبولیت سے محروم رکھنا ہے۔ گورنمنٹ کے پاس لوگ ڈیپوٹیشن بھیجتے ہیں تو یہ دیکھ لیتے ہیں ایسا شخص ڈیپوٹیشن کا رئیس ہو جس سے حکام خوش ہوں اور کبھی ڈاکو یا مجرم کو آگے نہیں کرتے کیونکہ اس سے انہیں خطرہ ہوتا ہے کہ اگر درخواست قبول ہونی بھی ہوگی تو نہ ہوگی اسی

وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اَتْقَى النَّاسِ اور اَعْلَمُ النَّاسِ امام بنانے کا حکم دیا یا کم سے کم متقی انسان تو امام ہونا چاہئے جس کی نسبت ہمارا گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہے لیکن وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے مأمور کو رد کرتا اور اس کے حکم کو ٹالتا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور اشارات کو پسِ پشت ڈالتا ہے اس کی نسبت ہم کب خیال کر سکتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کا امام ہونے کے قابل ہے جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو قبول کر چکے ہیں اور اس کی امان میں آ چکے ہیں ان کا امام تو وہی ہونا چاہئے جو ان میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن کریم میں مؤمنوں کی دعا بتاتا ہے وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۔ (الفرقان : ۷۵) ہمارے مقتدی بھی متقی ہوں۔ پھر بھلا وہ شخص جو امام وقت کو رد کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر چکا ہو امام ہونے کے لائق کب ہے۔ پس اصل بات یہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ حکم کبھی نہیں دیا کہ نماز با جماعت نہ پڑھو بلکہ ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے جو امام ہونے کے اہل نہیں اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر چکے ہوں تا ایسا نہ ہو کہ ان کو امام بنانے کی سزا میں یہ بھی ایمان سے محروم کر دیا جائے اور اس کی دعا بھی رد ہو اور جہاں ایسے آدمی ملیں جو امام ہونے کے اہل ہوں وہاں نماز باجماعت کا حکم اسی طرح موجود ہے جس طرح اسلام نے دیا ہے۔

آپ آنحضرت ﷺ کے اقوال پر بھی غور فرماویں ان سے بھی ثابت ہے کہ مسیح کے متبع ایک دوسرے کے پیچھے ہی نماز پڑھیں گے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ (مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دوسری حدیث میں ہے وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ (بخاری کتاب بدء الخلق باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام) اب اس حدیث پر غور کریں کیسے صاف الفاظ میں بتایا ہے کہ احمدیوں کا امام احمدی ہی ہونا چاہئے۔ فرماتے ہیں کہ جب عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے تو تم میں سے ہی امام ہو گا۔ اب یہ بات تو صاف ثابت ہے کہ نماز کا امام عیسائی یا ہندو تو ہؤا ہی نہیں کرتا کہ ہم اس جگہ یہ خیال کر لیں کہ آنحضرت ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کی یہ خصوصیت ہو گی کہ امام ہندو عیسائی یا یہودی نہ ہؤا کریں گے بلکہ مسلمان ہی ہوں گے غرض اس جگہ اس حدیث کے یہ معنی کرنے کہ اے مسلمانو! اس وقت تمہارا امام تم میں سے ہو گا یعنی مسلمان ہو گا اس حدیث کو لغو اور بے معنی بنا دینا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ پس اس کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ مسیح کے نزول تک تو سب فرق کا اختلاف ایسا نہ ہو گا کہ ایک دوسرے کے

پیچھے نماز ترک کر دیں لیکن چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا مرسل ہو گا اس لئے اس کی جماعت کی خصوصیت یہ ہو گی کہ ان کا امام انہی میں سے ہو گا نہ کہ ان دوسرے فرق سے جو دعویٰ اسلام کرتے ہوں گے۔ غرض غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ترک ہرگز کسی فرض کا ترک نہیں بلکہ قرآن کریم و احادیث کی رو سے امام جماعت امامت کے اہل انسان کو بنانا چاہئے اور چونکہ ایک مأمور اور مأمور بھی مرسل مأمور اور پھر مسیح موعودؑ کا انکار ایک خطرناک جرم ہے جو انسان کے تعلق کو اللہ تعالیٰ سے توڑ دیتا ہے۔ اس لئے مسیح موعودؑ کا منکر ہرگز ایک احمدی کی امامت کا اہل نہیں اور بموجب حدیث جماعتِ مسیح موعودؑ کا امام خود انہی میں سے ہونا چاہئے اور خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو حکم دیا ہے اور یہ فیصلہ قیاسی نہیں مطابق الہام ہے۔

علاوہ ازیں آپ یہ بھی خیال فرماویں کہ مسیح موعودؑ کی نسبت رسول اللہ ﷺ حَکَمًا عَدْلًا (بخاری کتاب بدء الخلق باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام) فرماتے ہیں یعنی وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کرنے کے لئے آئے گا اور اس کے فیصلے بالکل درست ہوں گے پس جب مسیح موعودؑ کے فیصلوں کو آنحضرت ﷺ درست قرار دیتے ہیں تو اور کسی انسان کا کیا حق ہے کہ ایک شخص کو مسیح موعودؑ مان کر پھر بھی کہے کہ اسکے بعض فیصلوں کو مان کر اسلام کے بعض احکام کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ کیا حَکَمًا عَدْلًا کے فیصلے غلط ہو سکتے ہیں؟ اس کا تو ہر ایک حکم اسلام کے ماتحت ہی ہو گا۔ پس یہ بحث تو ہو سکتی ہے کہ مرزا صاحب واقعہ میں مسیح ہیں یا نہیں مگر ان کو مسیح مان کر ان کے فیصلوں کو اسلام کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

**۳۔ تیسرا سوال آپ کا یہ ہے:** کہ قرآن کریم میں ہمارا نام مسلم رکھا گیا ہے اور ہمیں مختلف فرقے بنانے سے روکا گیا ہے پھر ہم کس طرح احمدی کہلائیں اور ایک اور فرقہ کی بنیاد رکھیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ احمدی نام ہمارے مذہب کا نہیں۔ ہمارا مذہب اسلام ہی ہے۔ لیکن جب کہ اس وقت مسلمانوں میں ہزاروں فرقے موجود ہیں اگر ہم صرف مسلمان کہلائیں تو دنیا ہماری خصوصیات سے کس طرح واقف ہو۔ اس وقت احمدی کا لفظ گویا ہمارے لئے ایک اشتہار ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ احمدی کوئی نیا مذہب ہے بلکہ اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور اس جماعت میں شامل ہیں جو مسیح موعودؑ کو ماننے والی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے یا نہیں اور پھر بہت سے آدمیوں کو نبی کر کے پکارا ہے یا نہیں۔ پھر کیا یہ سَمّٰکُمُ

اَلْمُسْلِمِیْنَ کے خلاف ہے؟ ہرگز نہیں وہ لوگ نبی بھی تھے مسلمان بھی تھے۔ اسلام ان کا مذہب تھا اور نبوت ان کی خصوصیت تھی جو اور دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی تھی۔ پس نبی یا خاتم النّبیّین کے نام سے پکارنے سے یہ مطلب نہیں تھا کہ مسلم کے نام کے خلاف کیا گیا ہے بلکہ اس میں ایک خصوصیت بتلائی گئی تھی۔

پھر خود قرآن کریم میں مہاجرین و انصار کے دو گروہوں کا ذکر آتا ہے اور یہ دونوں گروہ مسلمانوں میں سے تھے۔ کیا پھر قرآن کریم نے خود اپنے ہی بتائے ہوئے قاعدہ کے خلاف کیا کہ آپ ہی تو بتایا کہ تمہارا نام مسلم ہے اور آپ ہی ایک جماعت کو مہاجر کے نام سے پکارا اور ایک کو انصار کے نام سے مگر اس کا جواب یہی ہے کہ یہ نام مسلم نام کے خلاف نہیں وہ لوگ مذہباً مسلم تھے لیکن چونکہ ان میں بعض خصوصیات ہیں جن کا ذکر کرنا ان کے درجہ اور ان کے حقوق کے اظہار کے لئے ضروری تھا اس لئے ان کا ذکر بھی کیا گیا جو سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ (الحج : ۷۹) کے خلاف نہ تھا۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے کوئی سید کوئی قریشی کوئی پٹھان کوئی مغل وغیرہ کہلاتے ہیں اور یہ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ کے خلاف نہیں بلکہ بعض جگہ اس کا اظہار ضروری ہو جاتا ہے۔ گورنمنٹ نے پنجاب میں خاص اقوام کو زمین کے خریدنے کا اہل قرار دیا ہے اور ہر قوم کو مستحق نہیں سمجھا۔ اب اگر مسلمان سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ کے ماتحت اپنے ان ناموں کو پوشیدہ رکھیں جو ان کی قوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو وہ ان تمام حقوق سے محروم ہو جائیں۔ اسی طرح آپ غور کریں کہ ہر ایک شخص کا ایک نام ہوتا ہے اگر سب مسلمان اسی حکم کے ماتحت نام رکھنے چھوڑ دیں تو دنیا میں کس قدر تباہی آجائے۔ غرضکہ مختلف وجوہات کے ماتحت انسان کو اپنے بعض نام قرار دینے پڑتے ہیں کبھی اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرنے کے لئے وہ اپنا نام رکھتا ہے یا یہ کہ اس کے والدین اسکا کوئی نام رکھتے ہیں اور کبھی ایک قوم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ایک قومی نام رکھا جاتا ہے کبھی بعض عہدوں اور مدارج کے بتانے کے لئے نام رکھے جاتے ہیں اور ایسا کرنے سے مسلمانوں کے مسلم نام میں کوئی فرق نہیں آجاتا۔ پس ہم جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں تو یہ قرآن کریم کے حکم کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم مسلم نہیں بلکہ ہم ہمیشہ اپنے آپ کو مسلم ہی کہتے ہیں۔ احمدی تو ہم صرف اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کہلاتے ہیں کہ ہم وہ مسلمان ہیں جو مسیح موعودؑ کے ہاتھوں پر اسلام کی حقیقت کو پاکر مسلم بنے ہیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مامور اور

مرسل کو رد نہیں کیا بلکہ قبول کیا ہے جس طرح انصار اس لئے انصار کہلاتے تھے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے رسول کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ غرضکہ احمدی کہلانے میں اسلام کا انکار نہیں بلکہ ایک خصوصیت کا اظہار ہے۔

باقی رہا یہ کہ قرآن کریم نے فرقہ بندی سے منع کیا ہے سو یہ بالکل درست ہے۔ اسلام نے فرقہ بندی سے منع کیا ہے جو شخص فرقہ بندی کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے مگر ہم تو کوئی فرقہ بندی نہیں کرتے ہم تو اصل اسلام کو نقلی اسلام اور بناوٹی اسلام سے علیحدہ کرتے ہیں۔ اس وقت مسلمان کہلانے والے لوگ ہزاروں گندے عقائد اور بد رسومات میں مبتلا ہیں اور بہت سی صداقتوں سے منکر ہیں۔ مسیح موعودؑ نے ان سب باتوں کو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت دور کیا ہے اور حقیقی اسلام کو پیش کر کے اس کی طرف لوگوں کو بلایا ہے۔ پس یہ فرقہ بندی نہیں بلکہ اسلام کی شیرازہ بندی ہے۔ کیا قرآن کریم نے اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ اسلام کی شیرازہ بندی کبھی نہ کرنا اور خواہ مسلمان اسلام سے کتنے ہی دور ہوتے چلے جائیں تم ان کو اصل اسلام کی طرف نہ بلانا اور اگر یہ جائز ہے تو احمدی جماعت کا قیام فرقہ بندی کی بناء پر نہیں بلکہ اسلام کی شیرازہ بندی کی بناء پر ہے۔ اور جو لوگ اسلام سے دور چلے گئے تھے ان کو کھینچ کھینچ کر ایک مرکز پر جمع کیا جا رہا ہے۔ اسلام میں کسی شخص کا ہاتھ یا پیر کاٹ دینا منع ہے لیکن ایک ڈاکٹر جب ایک بے کار عضو کو کاٹ دیتا ہے تو یہ عین ثواب ہوتا ہے کیونکہ اسکا ساتھ جڑا رہنا دوسرے اعضاء کو بھی خراب کر دے گا اسی طرح محفوظ اعضاء کو بے کار اعضاء سے جدا کر دینا اور ان کو ایک شیرازہ میں لے آنا ہرگز فرقہ بندی نہیں کہلا سکتا۔ اس وقت اگر حقیقی اسلام کو الگ نہ کیا جائے تو اسلام کی تباہی یقینی ہے۔ ضروری ہے کہ اسلام کی بہتری اور اس کے احیاء اور قیام کے لئے حق کو باطل سے علیحدہ کر دیا جائے۔

۴۔ چوتھا سوال آپ کا یہ ہے: کہ قرآن کریم میں یا احادیث میں کہیں اس بات کا حکم نہیں کہ مسیح و مہدی کو کھلے طور پر قبول کرنا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم سے تو سوائے آنحضرت ﷺ کے اور کسی نبی کی اطاعت کا قبل از وقت حکم دیا جانا معلوم نہیں ہوتا لیکن جب کہ اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ صادقوں کے ساتھ مل جاؤ۔ (التوبہ : ۱۱۹) اور فرماتا ہے کہ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرہ : ۴۴) فرمانبردار لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ تو مسیح اور مہدی کا نام

لے کر اس بات کی تاکید کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ اس کی فرمانبرداری کرو۔ اگر مسیح موعودؑ صادق ہے تو اس کے ساتھ ہونے اور اس کی جماعت میں علی الاعلان شامل ہونے کی ضرورت ہے اور قرآن کریم کا حکم ہے اور اگر کاذب ہے۔ نعوذ باللہ۔ تو پھر اس سوال کی ہی ضرورت نہیں پھر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نسل انسان کو فرماتا ہے فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ (البقرہ : ۳۹:۴۰)۔ پس جس کا نام مہدی رکھا گیا ہے وہ جب دنیا میں آئے تو اس کے ساتھ ہونا اور اس کی جماعت میں داخل ہونا تو ایک حکمِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی اتباع کرنا تو مؤمن کا فرض اولین ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ (آل عمران : ۱۱۱) تم بہترامت ہو جو لوگوں کے نفع کے لئے نکالی گئی ہے تم لوگ سب نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور سب بری باتوں سے لوگوں کو روکتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مسلمانوں کو دوسری امتوں پر فضیلت ہی اس لئے دی گئی ہے کہ ان کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کو لوگوں کے نفع کے لئے وقف کر دیں اور حق باتیں لوگوں کو پہنچاتے رہیں اور بری باتوں سے روکتے رہیں۔ پس جبکہ مسلمان کا فرض دوسروں کو حق پہنچانا ہے تو اپنا مذہب پوشیدہ رکھنا اسے کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور ہدایت نازل ہوگئی تو ہر ایک مؤمن کا فرض ہے کہ وہ اس کو شائع کرے اور لوگوں کو اس کی طرف بلائے اور یہ مسلم کا پہلا فرض ہے اور ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ تبلیغ کرنے والے لوگوں کو کہتا ہے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران : ۱۰۵) یعنی جب تک لوگوں کو دعوت حق دینے کا مادہ مسلمانوں میں رہے گا اسی وقت تک مسلمان کامیاب ہوں گے۔ پس ان تمام آیات کے ہوتے ہوئے ایمان کا پوشیدہ رکھنا جائز نہیں۔ اور ان آیات میں ہرگز کہیں نہیں لکھا کہ یہ حکم صرف فلاں فلاں نبی کے لئے ہے یا یہ کہ فلاں فلاں ہدایت کے لئے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں یہود کی نسبت آتا ہے کہ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ (البقرہ : ۱۴۷) اہل کتاب رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل سے تو وہ آپ کے مؤمن تھے لیکن اس کا اظہار نہیں

کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے ان پر سخت الزام لگایا گیا ہے۔ پھر ہم حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کو دیکھتے ہیں تو وہاں بھی یہ حکم پاتے ہیں کہ جو شخص اس کشتی میں نہیں بیٹھتا جو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے ہاتھوں سے تیار کروائی ہے یعنی احمدی جماعت میں داخل نہیں ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ نہیں اور اس کے فضلوں کا وارث نہیں ہو سکتا۔

**۵۔پانچواں سوال آپ کا یہ ہے:** کہ مذکورہ بالا واقعات کے ہوتے ہوئے اگر میں آپ کو خفیہ طور پر قبول کروں تو اس میں کچھ حرج نہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ میں پہلے سوالوں کے جواب دے چکا ہوں جن میں مَیں نے بتایا ہے کہ مأموروں کا ماننا اور ان کی جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کی جماعت سے عظیم الشان ترقیوں اور انعامات کے وعدے کئے ہیں۔ ان وعدوں کا حصہ دار انسان تب ہی ہو سکتا ہے جب ان کی جماعت میں شامل ہو۔ مکرمی! آپ سوچیں کہ اگر سب لوگ اسی طرح اپنے دل میں فیصلہ کر کے اپنی اپنی جگہ پر قائم رہیں تو وہ کام جو مسیح موعودؑ کا ہے کس طرح پورا ہو۔ آپ نے جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں یہ دوسروں کے لئے بھی روک ہو سکتے ہیں۔ پھر اسلام کا غلبہ جو مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کرانا چاہتا ہے کیونکر ہو اور کھرے اور کھوٹے میں کیا امتیاز پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام حضرت مسیح موعودؑ کو بیعت لینے پر مقرر فرمایا تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء جو غیر مأمور تھے ان کی بیعت کی نسبت بھی صحابہؓ کو اس قدر اصرار تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے زیادہ دیر بغیر ایک امام کے رہنے کو پسند نہ کیا اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور جس شخص نے بیعت نہ کی اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا اور کلام تک چھوڑ دیا۔ پس جب یہ غیر مامور خلفاء کا حال ہے تو مأمور خلیفہ اور مسیح موعودؑ اور امت محمدیہ کے درخشندہ گوہر آنحضرت ﷺ کے فیض صحبت سے ترقی کرتے ہوئے نبی کا نام پانے والے انسان کے ساتھ شامل نہ ہونا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ ایمان کی سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ کھلے بندوں اس کی جماعت میں شامل ہو کر ہر ایک مؤمن باللہ اپنے نفس کی درستی اور خدمتِ اسلام میں لگ جائے۔ میرے خیال میں تو جو شخص مسیح موعودؑ کو امام برحق مان لیتا ہے اس کے لئے سوائے دنیاوی مشکلات اور مولویوں کے فتوؤں کے اور کوئی چیز مسیح موعودؑ کے ماننے میں روک نہیں ہو سکتی۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا چند روزہ ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں

حاضر ہونا ہے جہاں کسی کی سفارش یا شفاعت کام نہیں دے سکتی الاماشاء اللہ اور جب خدا تعالیٰ کے علم سے کوئی بات مخفی نہیں۔ ہمارے زمانہ میں تو وہ مشکلات نہیں پہلے زمانہ میں تو لوگوں کو صداقت کی خاطر جانیں دینی پڑتی تھیں اور بعض کو اپنے سامنے اپنی بیویوں اور بچوں کو ذبح ہوتے دیکھنا پڑتا وطن چھوڑنے پڑتے تھے جائیدادیں ترک کرنی پڑتی تھیں مگر وہ لوگ صداقت کے قبول کرنے سے انکار نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ (العنکبوت : ۳) کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ صرف ایمان کا دعویٰ کرنے پر ان کو چھوڑ دیا جائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایمان وہی قابل قدر اور انعام الٰہی کا وارث کرتا ہے جس میں انسان آزمائشوں میں ڈالا جائے اور خدا تعالیٰ کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ پس مؤمن تو وہی ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اسی کی قدر ہے جو اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے رازق اور اپنے مالک کے حکم کے ماتحت ہر ایک تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ہماری جماعت میں سے ہی بعض لوگ اس سلسلہ میں داخل ہونے کی وجہ سے ریاست کابل میں قتل کئے گئے اور بعض کو اپنے وطن چھوڑنے پڑے لیکن انہوں نے صداقت کو نہ چھپایا اور ایسا تو شاید ہی کوئی انسان ہو جس کو اور قسم قسم کے دکھ نہیں دیئے گئے۔ اور کچھ نہیں تو فتوٰئ کفر کے ذریعہ سے اسے ڈرانے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔ اور ایمان قبول بھی وہی ہوتا ہے جو باوجود مشکلات کے ثابت رہے۔ کاش! دنیا اس بات پر غور کرتی۔ اور لوگ اس بات کو سوچتے کہ انسان اس دنیا میں نہ رہے گا۔ اگر صداقت کے قبول کرنے میں اسے سخت سے سخت تکلیفیں بھی دی جائیں تب بھی وہ ایک محدود وقت کے لئے ہوں گی۔ اول تو اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں مؤمنوں کی نصرت کرتا ہے اور اگر اس دنیا میں دکھ ہی دکھ ہو تب بھی یہ زندگی زیادہ سے زیادہ سَو سال کی سمجھ لو پھر مرنا ہے اور ایک نئے گھر میں بودوباش کرنی ہے جس کا کوئی خاتمہ نہیں پھر اس نہ ختم ہونے والے آرام کو قربان کرنا اور اس محدود زندگی کے آرام کو قبول کرنا کہاں کی دانائی ہے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ رضائے الٰہی کے مقابلہ میں دنیا کے دکھوں اور تکلیفوں کی ہستی ہی کیا ہے۔ کاش! مسلمان اس قدر غور کرتے کہ آج اسلام خطرناک مصائب میں گرفتار ہے اور اسے پھر بڑھانے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو بھیجا ہے اور اس کے ہاتھ سے اسلام کے شیرازہ کو پھر باندھنا چاہا ہے اور اس جماعت میں شامل ہونے کے لئے

دوڑتے جسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کے لئے پیدا کیا ہے اور اس جماعت سے علیحدہ ہو جاتے جس نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب آنحضرت ﷺ مسیح موعودؑ کو اپنا سلام پہنچا دینے کا حکم ہر ایک مسلمان کو دیتے ہیں تو پھر کیا مسلمان کہلاتے ہوئے کوئی شخص مسیح موعودؑ سے جدا ہو سکتا ہے۔ ہر ایک شخص کو یہ حکم دینا کہ میری طرف سے مسیح موعودؑ کو سلام کہنا اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اس کی جماعت میں شامل ہونا۔ کیونکہ سلام پہنچانا چاہتا ہے کہ اس کے پاس بھی انسان جائے اور الٰہی سلسلے انسانوں کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتے۔ مسیح موعودؑ کا ماننا جیسے اس کی زندگی میں ضروری تھا اسی طرح اب بھی ہے۔ اسلام کو سب سے بڑا نقصان پراگندگی سے پہنچا اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ پھر نئے سرے سے مسلمانوں کو ایک جماعت بنائے اور اس کے لئے اس نے مسیح موعودؑ کو بھیجا ہے۔ اب جس شخص کے دل میں اسلام کی محبت ہے اور خدا تعالیٰ کا تقویٰ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ مسیح موعودؑ کے دعویٰ کو پرکھنے کے بعد اس کی صداقت معلوم کر کے اس کے احاطہ میں آجائے تا ایسا نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں وہ ان لوگوں میں شامل کیا جاوے جو اسلام کو نقصان پہنچانے والے اور جماعت مسلمین کو پراگندہ کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور حق کی طرف ہدایت کرے۔ آمین۔

**مرزا محمود احمد** خلیفۃ المسیح الثانی

قادیان دار الامان

۹-اپریل ۱۹۱۵ء

## اعلان

مکرم پرائیویٹ سیکرٹری ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضور کو خط لکھیں براہ مہربانی اپنا مکمل پتہ خط پر ضرور لکھیں صرف لفافے پر اپنا پتہ لکھنا کافی نہیں خط کے اندر پتہ لکھنا نہایت ضروری ہے۔

# خطبہ جمعہ

## اپنی نمازوں کی طرف بھی مزید توجہ کریں اور اپنے بچوں کی نمازوں کی طرف بھی مزید توجہ کریں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۷ ر اکتوبر ۱۹۹۷ء بمطابق ۱۷ر اخاء ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿حافظوا على الصلوات والصلوٰة الوسطىٰ و قوموا لله قٰنتين﴾ (سورہ البقرہ آیت ۲۳۹)

یہ وہ آیت ہے جس کے مضمون سے متعلق میں گزشتہ خطبے میں روشنی ڈال چکا ہوں اور میں نے عرض کیا تھا کہ یہ سلسلہ ابھی آگے چلے گا۔ ﴿حافِظُوا على الصَّلوٰاتِ﴾ تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔ یہ بنیادی حکم ہے۔ ﴿ والصَّلوٰة الوُسطىٰ﴾ لیکن بیچ کی نماز کو بطور خاص یاد رکھو۔ یعنی حفاظت کا جہاں تک تعلق ہے بنیادی فرضیت کے اعتبار سے تمام نمازوں کی حفاظت یکساں فرض ہے۔ مگر بطور خاص جس نماز کی طرف توجہ دینے کا ارشاد ہے وہ نماز وسطیٰ یا صلوٰۃ وسطیٰ جس کو کہتے ہیں، وہ درمیانی نماز جو کاموں میں گھری ہوئی ہو۔ اس پہلو سے کچھ باتیں میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کچھ اور باتیں میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے نماز کے متعلق ایک عمومی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، اور یہ حدیث بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ سے لی گئی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر کسی کے دروازے کے پاس نہر گزر رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو اس کے جسم پر کوئی میل رہ جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! کوئی میل نہیں رہے گی۔ آپؐ نے فرمایا یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہ معاف کرتا ہے اور کمزوریاں دور کر دیتا ہے۔

اس میں کچھ باتیں توجہ طلب اور تشریح طلب ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اگر گھر کی پڑھی جانے والی

نمازیں مراد ہوتیں تو اس پر یہ مثال صادق نہیں آتی کہ جس کے گھر کے پاس ایک دائم نہر بہہ رہی ہو اور پانچ وقت وہ اس میں غوطے لگائے۔ اس سے میرے نزدیک اولین مراد یہ ہے کہ نماز باجماعت کی اہمیت واضح فرمائی گئی ہے۔ یعنی ایک ایسا شخص جس کے قریب ہی مسجد موجود ہو وہاں پانچ وقت جا کر روحانی غوطہ زنی کر سکے اور مسجد میں جا کر باجماعت نماز میں اپنے روحانی جسم کو خوب نہلائے دھلائے کیا ممکن ہے کہ ایسے شخص پر کوئی میل رہ جائے؟ اگر اس مثال کو نماز باجماعت پر ممتد نہ کریں تو پھر سقم یہ دکھائی دے گا کہ ہر گھر میں ساتھ کونسی نہر بہتی ہے۔ نہاتا تو وہ گھر کے اندر ہی ہے تو پھر یوں گھر میں سے نہر گزر رہی ہے۔ اس لئے بعض دفعہ روایت بیان کرنے والے اسی روایت کے ایک حصے میں بعض لفظ بھول جاتے ہیں اور مضمون کا ایک حصہ ایک اور طرف اشارہ کر تا رہتا ہے اور دوسرا حصہ ایک دوسری طرف اشارہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ پہلا حصہ بالکل واضح ہے اس میں ایک ذرہ بھی شک نہیں۔ اگر کسی کے گھر کے پاس نہر بہہ رہی ہو اور وہ گھر سے نکل کر اس نہر میں جائے، وہاں غوطہ زنی کرے تو ایسے شخص کو جو فرحت محسوس ہو سکتی ہے اور جس طرح اس کے جسم کے داغ دھل جائیں گے یہ بات ہمیشہ اسے تازہ دم رکھے گی اس کا جسم صاف ستھرا اور پاکیزہ رہے گا یہ اس روحانی حسن کی طرف اشارہ ہے جو مسجد میں جا کر ہی نصیب ہو سکتا ہے۔ اس کے معاً بعد جو یہ فرمایا کہ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ مراد یہ تھی یا غالباً روایت کرنے والے سے چوک ہوئی یا رسول اللہ ﷺ نے یہ توقع رکھی کہ از خود لوگ سمجھ جائیں گے کہ اس سے کیا مراد ہے یہی مثال پانچ باجماعت نمازوں کی ہے۔ اگر لفظ 'باجماعت' اس میں داخل کر دیں یا داخل سمجھ لیں تو مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔

اس پہلو سے جب میں نے مزید غور کیا تو مجھے معلوم یہ ہوا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا اپنا گھر مسجد کے ساتھ ہی تھا اور وہ اہم نمازیں جن میں عورتیں باجماعت شرکت کر سکتی تھیں مثلاً جمعہ کی نماز یا صبح کی نماز کے وقت آنحضرت ﷺ کی خواتین مبارکہ گھر میں بیٹھ کر باجماعت نماز نہیں پڑھا کرتی تھیں، مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھتی تھیں۔ جمعہ کے دوران بھی ایسا انتظام تھا کہ ان کے لئے الگ جگہ مقرر تھی جہاں وہ بے جھجک نماز پڑھ سکتی تھیں اور مردوں کی نظر چونکہ وہ پیچھے ہوتی تھیں ان کی طرف لوٹ کر نہیں پڑ سکتی تھی، مرد اپنی توجہ سامنے رکھتے تھے عورتیں پیچھے بیٹھی ہوتی تھیں اور جب خواتین اس حصے سے باہر نکل جاتیں تب مرد واپس لوٹا کرتے تھے۔ تو پردے کے مختلف انتظامات ممکن ہیں۔ آج کل ہم مسجد کے ایک حصے میں پردہ ڈال دیتے ہیں، ایک طرف مرد بیٹھ جاتے ہیں ایک طرف عورتیں۔ تو جو صورت بھی آپ اختیار کریں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اس حدیث کی روشنی میں جو عملاً آنحضرت ﷺ کی زندگی اور آپ کی خواتین مبارکہ کی زندگی کا نقشہ تھا وہ یہی تھا کہ باجماعت نمازوں میں اپنے گھر کو مسجد نہیں بناتی تھیں

بلکہ باجماعت نماز میں گھروں سے نکل کر ساتھ مسجد میں داخل ہوا کرتی تھیں اور ایسی روایتیں بکثرت ہیں ک ان کے کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔ یہ مُسلّمہ روایتیں ہیں تمام امتِ مُسلمہ ان سے واقف ہے۔

پس دو نمازیں خصوصیت سے اس موقع پر قابل توجہ ہیں ایک جمعہ کی نماز اور ایک صبح کی نماز۔ ان دونوں نمازوں میں عورتوں کو حق ہے کہ اپنی ضرورتوں کو پیش نظر رکھیں، اپنی نسوانی حوائج کے پیش نظر وہ جو چاہیں طریق اختیار کریں ان سے پوچھا نہیں جاسکتا کہ فلاں نماز میں کیوں نہیں آئیں لیکن جن کو اللہ تعالیٰ اجازت دے اور جن کو ان کا نفس اس بات پر ابھارے کہ باوجود اس کے کہ یہ نفلی کام ہے میں مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ ادا کروں ان کے لئے انتظام ضروری ہے۔ پس یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عورتوں کے لئے فرض نہیں ہے کہ وہ جمعہ کی نماز باجماعت پڑھیں، عورتوں پر فرض نہیں ہے کہ وہ صبح کی نماز باجماعت ادا کریں لیکن یہ ایک نفلی کام ہے جس میں ان کو از خود یہ خواہش پیدا ہو سکتی ہے کہ یہ نماز بہت اعلیٰ درجے کی نماز ہے جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اور اس پہلو سے ہمیں چاہئے کہ اس نماز میں شامل ہوں۔

اس مضمون میں اور بھی حدیثوں پر تفحص کیا تو یہ بات مجھ پر کھل گئی اور اس کے پیش نظر میں نے اپنے گھر کے ایک طریق کو اب بدل لیا ہے۔ بعض خواتین شاید حیران ہونگی کہ میں نے کیوں ان کا گھر میں اوپر جمعہ کی نماز کے لئے آنا بند کر دیا ہے۔ اس سے پہلے یہ رواج تھا کہ جمعہ کی نماز پر لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ہمارے گھر میں اوپر ایک کمرے میں نماز میں شامل ہونے کا انتظام موجود تھا۔ میری بچیاں بھی اور بعض آنے والے مہمان بھی وہاں اکٹھے ہو کر میرے پیچھے باجماعت جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے اور صبح کی نماز میں بھی یہ مسلسل دستور تھا کہ اگر کوئی چاہے تو پڑھ لے۔ اس حدیث پر غور کرنے کے نتیجے میں میں نے اس فیصلے کو بدل دیا ہے۔ یہ گھر ایسا ہے جس کے ساتھ نہر بہتی ہے یعنی نیچے باقاعدہ باجماعت نماز کا انتظام ہے اور دور دور سے خواتین آتی ہیں۔ تو جن کے گھر کے ساتھ بہتی ہو ان کا اولین فریضہ ہے کہ گھر چھوڑ کر نیچے اتریں اور باجماعت نماز میں اسی طرح حصہ لیں جیسے دوسری خواتین باجماعت نماز میں حصہ لے رہی ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ اب میں نے اس دستور کو بدل دیا ہے اور آنے والے مہمانوں کو جو پہلے یہاں آیا کرتے تھے ان سے درخواست کی ہے کہ بے شک ہمارے گھر تشریف لائیں مگر نماز پڑھنی ہو تو نیچے جائیں۔ میری بیٹیاں بھی نیچے اتریں گی اور سب کے ساتھ مل کر نماز پڑھیں گی۔

اس میں ایک دوسری حکمت یہ پیش نظر ہے کہ اگر کسی جگہ باجماعت نماز کا انتظام ہے تو اہل خانہ کا یہ حق نہیں ہے کہ بعض کو اجازت دے اور بعضوں کو نہ اجازت دے۔ ایسی صورت میں وہ کمرہ یا وہ جگہ جو اس کے لئے مخصوص کی گئی ہے وہ اللہ کے لئے ایک عبادتگاہ کا مقام اختیار کر لیتی ہے۔ 'المَسَاجِدُ لِلّٰہ' مساجد اللہ

کے لئے ہیں۔ پس اگر وہاں باجماعت نماز اس طرح ہو رہی ہے کہ گویا یہ مسجد کے قائم مقام بن گئی تو پھر مجھے یا کسی اور کو یہ حق نہیں کہ دروازے پر پہرے دار کھڑے ہوں اور کہیں کہ یہ مسجد خاص خواتین کے لئے ہے وہی آسکتی ہیں اور عام خواتین کو یہ حق نہیں اور اسی طرح مردوں کو نہ سہی بچوں کو حق نہیں کہ وہ یہاں آئیں ۔اس لئے یہ سارا دستور غلط تھا اور نیکی نیتی پر مبنی تھا مگر تفحص کے بعد جو بات نکلی وہ یہ نکلی جواب میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے۔

پس اپنے گھروں میں اگر آپ نے باجماعت نماز کے لئے انتظام کرنا ہے، جیسا کہ میری ہدایت پر بہت سے جرمن گھروں میں یہ انتظام ہے، تو یاد رکھیں کہ پھر اس جگہ کو غیروں کے لئے ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر اندرونی نماز ہے تو وہ اور رنگ کی نماز ہے۔ ایک خاندانی نماز ہے جو آپ مل کر پڑھ سکتے ہیں لیکن اسے باجماعت نماز کا حقیقی قائم مقام قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک وہ جگہ سب کے لئے کھلی نہ ہو۔ پس اس پہلو سے احباب اس صورت حال کو پیش نظر رکھیں۔ جن گھروں میں بھی باجماعت نماز کا ان معنوں میں انتظام ہے کہ علاقے کے لوگوں کے لئے مسجد دور ہے وہ وہاں اکٹھے ہو سکتے ہیں ان کو ہرگز کسی تفریق کا کوئی حق نہیں۔ پھر اس نماز پر جو بھی آئے گا اس کے لئے دروازہ کھلا رہنا چاہئے۔ لیکن اگر یہ مسجد کی قائم مقام نہیں بنائی جارہی، مسجد نہ ہونے کی وجہ سے، گھریلو مجبوری کی وجہ سے خاندانی نماز ہے تو اسے جس طرح چاہیں ادا کریں مگر وہ مسجد کی نماز کے قائم مقام نہیں ہوگی۔ پس یہ ایک وضاحت تھی جو میں اس ضمن میں کھل کر کرنا چاہتا تھا۔ اب اگر وہ لوگ جن کو مسجد مہیا ہو یعنی اتنے فاصلے پر موجود ہو کہ وہ اس میں جاسکتے ہوں وہ اپنے بچوں کو بھی اس پر آمادہ کریں خود بھی جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی بہت اعلیٰ تربیت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی یہ ہدایت ان پر اطلاق پائے گی کہ روزانہ پانچ وقت ان کے جسموں کے داغ دھلتے رہیں گے۔

اس وضاحت کے بعد اب میں چند اور باتیں اسی سلسلے میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ایک تو ضمنی بات ہے کہ ﴿حافِظُوا علی الصّلواتِ﴾ اب جو لکھا ہوا میرے سامنے ہے یہ بالکل صاف 'صلوات' ہی پڑھا جاتا ہے۔ گزشتہ جمعہ پر جو تحریر میرے سامنے تھی چونکہ دماغ مضمون میں اٹکا ہوا تھا اس لئے ایک معروف بات بھی ذہن سے اتر گئی کہ 'الصلوات' ہے نہ کہ 'صلوٰۃ'۔ تو مجھے بعد میں لوگوں نے توجہ دلائی کہ آپ الصلوٰۃ پڑھتے رہے ہیں حالانکہ مجھے ویسے ہی یہ آیت یاد ہے ﴿حافِظُوا علی الصّلواتِ﴾ ہی پڑھتا ہوں۔ لیکن اس وقت اس کاغذ کی وجہ سے جو میرے سامنے تھا جس میں "ت" مربوطہ تھی لمبی نہیں تھی۔ 'الصلوات' ت مربوطہ سے بھی لکھی جاتی ہے یعنی یہ لفظ "ۃ" مربوطہ سے بھی لکھا جاتا ہے لیکن اگر لمبی 'ت' ہو تو فوراً ہمیں سمجھ آجاتی ہے کہ اس کو 'صلوٰۃ' نہیں 'صلوات' پڑھنا ہے۔ وہاں

چونکہ مربوطہ "ۃ" لکھی ہوئی تھی اور جو حرکات ہیں وہ واضح نہیں تھیں اس لئے از خود بے خیالی میں میرے منہ سے 'الصلوٰۃ' ادا ہوتا رہا جس کا اس وقت مجھے پتہ نہیں چلا۔ بعد میں جیسا کہ جماعت بڑی ہوشیار ہے اور باریک باتوں پر نظر رکھتی ہے بعض لوگوں نے بڑے ادب سے مگر وضاحت کے ساتھ توجہ دلائی کہ قرآن کریم کی آیت آپ 'الصلوٰۃ' پڑھ رہے تھے پہلے حصے میں، حالانکہ ﴿حافِظُوا علی الصّلوات﴾ پڑھنا چاہئے تھا۔ یہ درست ہے اور اس وضاحت کے ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ پہلی کیسٹ میں جہاں جہاں بھی 'الصلوٰۃ' پڑھا گیا ہے اس کو درست کر دیں۔ اور اب جو میں نے صحیح پڑھا ہے یہ عبارت وہاں بیچ میں داخل کی جاسکتی ہے مگر ہمارے تاریخی ریکارڈ میں یہ تلاوت درست جانی چاہئے ﴿حافِظُوا علی الصّلوات﴾ اپنی نمازوں کی حفاظت کرو ﴿والصّلوٰۃ الوُسطیٰ﴾، مضمون بنتا ہی اس طرح ہے۔ اور بالخصوص مرکزی نماز کی کیونکہ سب نمازوں میں اسے ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

(اس موقعہ پر حضور انورنے لب تر کرنے کے لئے گرم پانی طلب فرمایا اور اس سلسلہ میں منتظمین کو ضروری ہدایات سے نوازا - پھر اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے فرمایا)

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ صلوٰۃ وسطیٰ وہ مرکزی نماز ہے جس کی حفاظت کا بطور خاص ہمیں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس نماز کی حفاظت کر لیں تو پھر ساری نمازوں کی حفاظت کر لیں گے۔ یہ نماز تمام دنیا میں اسی طرح اپنے وقت پر آتی ہے اور وقت پر آکر گزر جاتی ہے اور نہ توجہ دینے والے غافل رہتے ہیں اور اس بات اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک نماز کی طرف بھی توجہ اگر صحیح نہ ہو تو کوئی نماز بھی خدا حضور مقبول نہیں ہوتی۔ پس اس پہلو سے یہ بہت ہی ضروری ہے کہ ہم اپنی مرکزی نمازوں کی طرف کریں اور انہیں کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ یہ لفظ "نمازوں کو کھڑا کرو" اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور اس پر پہلے بھی بار بار روشنی ڈال چکا ہوں کہ انسان نمازوں کو کھڑا کرتا ہے اس لئے کہ وہ گرنے کا رجحان رکھتی ہیں۔ یعنی ہر شخص جو اپنی نماز کو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے بار بار اس کی توجہ پھرتی ہے اور مضمون۔ ہٹتی ہے۔ جونہی وہ توجہ پھرتی ہے اور مرکزی مضمون سے ہٹتی ہے وہیں نماز گر جاتی ہے۔ جیسے بعض لوگ ہواؤں میں اپنا کپڑا سنبھال کر چلتے ہیں۔ بعض بچیاں جو ملاقات پہ آتی ہیں، چھوٹی بچیوں کو ماں باپ۔ سمجھایا ہوا ہے سر ڈھانپ کے رکھو اور ان کی اوڑھنی سر سے گرتی رہتی ہے وہ پھر اونچا کرتی رہتی ہیں تو یہ گر اسی قسم کا ہے۔ نماز جن آداب کے ساتھ پڑھنی چاہئے ان آداب میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور جونہی نماز

اپنے محل اور مقام سے گری وہیں اس کا فائدہ ختم ہو گیا۔ اور نماز کا فائدہ یہ تھا کہ آپ کو کھڑا کرے۔ پس یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور بظاہر ایک اندرونی تضاد ہے مگر کوئی تضاد نہیں ہے۔ حقیقت میں اسی کی نماز اسے قائم کر سکتی ہے۔ اور قرآن کریم نے ان لوگوں کا ذکر جو خدا کے سچے مخلص عبادت گزار بندے ہوں، 'قائمون' اور 'قوّام' کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ پہلے اپنی نمازوں کو کھڑا کرنا سیکھ لو پھر نمازیں تمہیں کھڑا کریں گی۔ یہ ایک بنیادی امر ہے جس کو بھلانے کے نتیجے میں آپ کی کوئی دائمی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ نمازوں کو کھڑا کرو ان معنوں میں کہ جب بھی توجہ اس سے ہٹ کر ادھر ادھر بکھرے پھر اسے سمیٹو، پھر واپس نماز کی طرف لاؤ اور یہ وہ جدوجہد ہے جس میں آپ کو بعض دفعہ ساری زندگی کام کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایک دفعہ کی جدوجہد نہیں بلکہ ہمیشہ کی جدوجہد ہے اور یہی وہ مرکزی روحانی حقیقت ہے جس کو نقصان پہنچانے کے لئے شیطان اتنی کوشش کرتا ہے کہ خود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی نمازوں میں بھی آپ کی توجہ بکھیرنے کی کوشش کیا کرتا تھا "ینھی عبداً اذا صلّی" یعنی محمد رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو اس وقت کئی قسم کی شیطانی کوششیں ہوتی تھیں۔ آپ کو بعض دفعہ جسمانی تکلیفیں دی جاتی تھیں، بعض دفعہ شور ڈالا جاتا تھا یہاں تک کہ اونٹ کی اوجھڑیاں تک آپ کے اوپر پھینک دی گئیں تا کہ آپ کی توجہ ہٹ جائے اور بڑی عظیم جدوجہد کے ساتھ آپ نماز پر توجہ رکھنے کی کوشش فرماتے تھے۔

پس یہ وہ مسئلہ ہے جس کا آغاز عام انسان سے، جو خدا کی خاطر نمازوں کو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے، شروع ہو کر اسی عبد کی طرف وہاں تک چلتا ہے جو عبد کامل ہے جس نے سب سے اعلیٰ نمازوں کا حق ادا کیا۔ پس ان توجہ بکھیرنے والی چیزوں سے ان معنوں میں آپ بیزار نہ ہوں کہ یہ کیا مصیبت گلے پڑ گئی ہے۔ دراصل یہ مصیبت اس لئے گلے پڑی ہے کہ جتنا آپ اس کو ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں صحیح معنوں میں اس وقت آپ خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پس جتنے ارد گرد سے شور و غوغا کی آوازیں اٹھتی ہیں اور آپ کی نماز میں حائل ہوتی ہیں یہ آوازیں دراصل نفس کے ان تعلقات کی آوازیں ہیں جو دنیا میں پھیلے پڑے ہیں اور غیروں کو سنائی نہیں دیتیں۔ گویا عبادت کرنے والا جانتا ہے کہ جب بھی وہ خدا کی طرف توجہ

پھیرنی چاہے تو دنیا کے الجھاؤ اسے اپنی طرف بلاتے ہیں اور کھینچ لے جاتے ہیں۔ ہزار باتیں جن میں ان کو دلچسپی ہوتی ہے وہ نظر کے سامنے آجاتی ہیں اور توجہ خدا کی طرف سے ہٹ کر ان کی طرف چلی جاتی ہے۔ ان سب جگہوں سے اکھیڑنا یعنی ان تعلقات کو اکھیڑنا جو مادی دنیا سے آپ کو وابستہ رکھ رہے ہیں یہ نماز کا کام ہے اگر آپ نماز کی حفاظت کی طرف توجہ کریں گے۔ جب آپ توجہ کریں گے اور ایک ایک کر کے ان تعلقات کو توڑ دیں گے اور جڑوں سے اکھیڑیں گے اور خدا کے لئے اپنے نفس کو خالص کرتے رہیں گے یہ کوشش ہے جس کوشش میں نماز آپ کو کھڑا کرتی ہے۔ یعنی یہ کوشش اپنی ذات میں آپ کو کھڑا کرنے کی کوشش ہے۔ پس ایک معنے میں آپ نمازوں کو کھڑا کرتے ہیں اور بعینہ اسی وقت یہ نمازیں آپ کو کھڑا کر رہی ہوتی ہیں۔ پس سننے میں یہ تضاد ہے یا بعض لوگوں کے دیکھنے میں یہ تضاد ہوگا۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ نماز کو کھڑا کرنا یا نماز کا آپ کو کھڑا کرنا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

پس اس پہلو سے مستعد ہو جائیں۔ **اپنی نمازوں کی طرف بھی مزید توجہ کریں اور اپنے بچوں کی نمازوں کی طرف بھی مزید توجہ کریں۔ ا ن کو سمجھائیں که نمازیں حکمت رکھتی ہیں اور یہ دوسرا پہلو ایسا ہے جو نماز کو کھڑا کرنے میں آپ کا بہت ممد ثابت ہوگا۔** اگر کسی چیز کی اہمیت واضح ہو جائے، اگر کسی چیز کے فوائد کا علم ہو تو از خود انسان کی توجہ اس طرف مبذول ہو جایا کرتی ہے۔ جن لوگوں کی نمازیں زیادہ گرتی ہیں وہ در حقیقت زیادہ کم علم ہیں یعنی ان کو حقیقت میں نماز کے فوائد کا علم نہیں ہوتا اور نہ ان فوائد سے وہ لذت یاب ہوتے ہیں۔ پس جب ذاتی طور پر ایک چیز کے اندر جو افادیت خدا نے رکھی ہے اس کا علم ہو جائے، اس کا حقیقی عرفان ہو جائے اور اس افادیت سے آپ خود فائدہ اٹھائیں تو توجہ بکھیرنے والے عوامل از خود چھوڑ جاتے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ پس یہ طریق کار ہے جس کے ذریعے توجہ کو مبذول کرنا ضروری ہے۔

اول جیسا کہ میں نے بیان کیا کوشش کریں۔ کوشش سے بھی کسی حد تک یہ مسئلہ حل ہوتا رہتا ہے لیکن اس بات کی کیوں نہ کوشش کریں کہ مصنوعی کوشش کی ضرورت نہ پڑے۔ از خود دل ایک طرف سے تعلق توڑ کر دوسری طرف منتقل ہو جائے۔ یہ وہ دوسرا پہلو ہے جسے انبیاء اختیار کیا کرتے ہیں۔ اور انبیاء کی متابعت میں ان کے خالص وفادار غلام اختیار کرتے ہیں۔ یعنی نماز میں پہلے اپنے دل اٹکاتے ہیں اور نماز میں دل کا اٹکنا خدا سے دل اٹکنے کا دوسرا نام ہے۔ خدا کی ذات، اس کی اعلیٰ صفات پر اگر غور کیا جائے اور اپنے بچوں

کو بھی اس غور کے نتائج سے آگاہ کریں یعنی اپنے غور کے نتیجوں سے اپنے بچوں کو بھی ساتھ ساتھ واقف کرایا کریں، ان کو علم ہو کہ اللہ کی ذات میں وہ کون سی ایسی باتیں ہیں جو از خود فطرت کو کھینچنے والی ہیں۔ اگر ان کو علم ہو جائے، اگر یہ سفر کی دوسری منزل جیسا کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے طے فرمائی تھی آپ بھی طے کرنے لگیں تو ایک بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اس ضمن میں یاد رکھنا چاہئے کہ نماز شروع ہوتے ہی وہ تمام باتیں جو ہم نماز میں کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی ذات میں ایک بے مثل قیمتی موتی کی طرح ہے جس کے علم کے ساتھ ہی آپ کی لازماً توجہ اس کی طرف ہو جائے گی۔ اگر آپ کے پاس مختلف کنکر پتھر پڑے ہوں اور آپ کو پتہ نہ ہو کہ ان میں سے موتی کون سا ہے تو آپ پتھر کنکروں پر وہی نظر ڈالیں گے جو پتھر کنکروں پر ڈالی جاتی ہے اور ہرگز آپ کو کوئی دلچسپی اس میں نہیں ہو سکتی۔ ان پتھر کنکروں سے نظر ہٹ کر اپنی جیب کے چند پیسوں کی طرف جا سکتی ہے جو چند پیسے ہیں مگر جن کو آپ پتھر کنکر دیکھ رہے ہیں ان سے بہر حال بہتر ہیں۔ لیکن اگر ان میں اچانک وہ موتی دکھائی دینے لگیں جو اپنی چمک دمک میں بے مثل ہوں تو جیب میں خواہ سونے کی ڈلیاں بھی پڑی ہوں تب بھی آپ اس قیمتی موتی کی طرف دوڑیں گے اور اسی پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کریں گے، اسے اپنانے کی کوشش کریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی تشریحات میں ایسے قیمتی معارف کو جواہر کے طور پر پیش کیا ہے، موتیوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ چمکتے ہوئے موتی ہیں جو اپنی طرف توجہ کو کھینچ رہے ہیں۔ پس اس پہلو سے جیسا کہ میں نے عرض کیا اگر آپ نماز کے الفاظ پر غور کرنا شروع کریں تو غور کے بعد وہ الفاظ جو سرسری الفاظ تھے جیسے کنکر پتھر ہوں ان الفاظ کی ہیئت بدلنے لگے گی۔ ان پر غور کے نتیجے میں آپ کو حیرت انگیز معارف نصیب ہونگے اور وہ معارف ان کی اہمیت آپ کے دل میں بڑھائیں گے، یہاں تک کہ جب ان معارف کو ذہن نشین کر کے آپ پھر وہ الفاظ دہرایا کریں گے تو اس کے مقابل پر دوسرے خیالات آپ کی توجہ پھیرنے کی اہلیت چھوڑ دیں گے، ان میں طاقت ہی نہیں ہوگی کہ ان معارف کے مقابل پر آپ کی توجہ اپنی طرف کھینچ سکیں۔ یہ وہ علم کے حصول کا مرحلہ ہے جس کی طرف جماعت کو خصوصیت سے توجہ دینی چاہئے اور اس توجہ میں نماز سے متعلق جتنی بھی احادیث نبوی ہیں ان پر غور و خوض شروع کریں اور سرسری نظر سے ان کو نہ پڑھا کریں بلکہ غور سے دیکھا کریں کہ کیا مراد ہے۔ مثلاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دو نمازوں کے دوران بھی میرا دل نماز ہی میں اٹکا رہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز سے اتنا لطف آیا کہ دو نمازوں کے درمیان اسی لطف میں دل محو رہا اور اگلی نماز نے پھر آپ کو بڑے زور سے کھینچا۔ یہ ایسی کیفیت ہے

جیسے آپ کو دو کھانے نصیب ہوں یعنی دوپہر کا اور رات کا اور دونوں بہت ہی مزے کے ہوں۔ پہلا کھانا کھا کر اگر یقین ہو کہ ویسا ہی لطف دوبارہ آنا ہے تو ایک رنگ میں توجہ دوسرے کھانے کی طرف بھی مبذول رہتی ہے اور اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہوئے دماغ میں یہ خیال آتا رہتا ہے، مزے مزے کا خیال کہ جب ہم فارغ ہونگے تو پھر ایک دفعہ کھائیں گے اور جو دل کا اٹکنا ہے وہ دنیا کے کاموں کو یہ توفیق نہیں دیتا کہ اس سے توجہ کلیۃً پھیر سکیں۔ آپ دنیا کمانے میں مصروف ہونگے آپ کئی قسم کے مشاغل میں مصروف ہونگے لیکن وہ لذت جو پہلے آئی تھی یعنی پہلی دفعہ کھانا کھانے کی اگر علم ہو کہ سب باتوں سے تھک کر جب میں واپس گھر لوٹوں گا پھر وہی لذت مجھے دوبارہ نصیب ہوگی تو دل اس میں اس طرح اٹکے گا کہ دنیا کے مشاغل اور کام آپ کو اپنی طرف اس طرح نہیں کھینچ سکتے کہ اپنا کھانا پینا بھول جائیں۔ بعض دفعہ انسان کھانا پینا بھی بھولتا ہے مگر اس کے محرکات اور ہیں۔ اس کے متعلق میں پہلے بھی غالباً روشنی ڈال چکا ہوں لیکن اس وقت میں اس خطبے میں ان کو نہیں لینا چاہتا۔ وہ اپنی ذات میں ایسی اہمیت اختیار کر جایا کرتے ہیں کہ وہ محرکات پھر انسان کی بنیادی ضرورتوں میں بھی حائل ہو جاتے ہیں لیکن ان باتوں کو سر دست چھوڑ دیجئے، اس بات کی طرف واپس آئیں کہ اگر آپ نے نماز میں دل اٹکانا ہے تو نماز میں لذت یابی ضروری ہے۔

اس سلسلے میں یہ معلومات میں آپ کو مہیا کرتا ہوں کہ پچھلے چند اسباق سے میں نے اردو کلاس میں نماز سے متعلق یہ گفتگو شروع کی ہے اور ان کو اس طرح سمجھا رہا ہوں جیسے میں شروع سے ہی مختلف وقتوں میں اپنے بچوں کو سمجھانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ ان کو نماز کی اہمیت کے متعلق سمجھا رہا ہوں لیکن اگر آپ اس اردو کلاس کا مشاہدہ کریں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہونگے کہ بچے اس سمجھانے کے نتیجے میں اکتائے نہیں بلکہ اور بھی زیادہ توجہ سے وہ اردو کلاس میں دلچسپی لینے لگے ہیں یعنی جو باتیں میں ان کو سمجھاتا ہوں، جس طریق پر ان کو سمجھاتا ہوں وہ ایسی ہیں کہ کہانیوں سے زیادہ ان کے لئے دلچسپ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عرفان اور آنحضرت ﷺ نے جس طرح نماز پڑھنے کے سلیقے ہمیں سکھائے ہیں وہ جاننے کے نتیجے میں بسا اوقات میری نظر پڑتی ہے تو ان کے چہرے چمک دمک رہے ہوتے ہیں، خوشی کے ساتھ اور ذاتی تعلق کے نتیجے میں ایسے کھلکھلا اٹھتے ہیں کہ مجھے اس سے تسکین ملتی ہے کہ ان بچوں کو دونوں باتیں بیک وقت میسر ہیں، اردو کلاس کی دلچسپی بھی اور نماز کا عرفان بھی ساتھ ساتھ نصیب ہو رہا ہے۔ یہ کلاسیں ابھی کچھ عرصہ اسی طریقے پر چلیں گی کیونکہ میری عادت ہے کہ ان اسباق میں میں ارد گرد کی باتیں بھی ساتھ ساتھ بتاتا چلتا ہوں تاکہ نماز کے گرد عرفان الٰہی کے لئے جو دنیا کا ماحول ہے وہ بھی ساتھ قائم ہو کر اسی طرح آگے بڑھے اور بچوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ کوئی ہمیں ایسا لیکچر دے رہا ہے جس کو ہماری طبیعت قبول نہیں کرتی۔ اور چونکہ

اردو بھی سکھانی ہے اس لئے نماز کے تعلق میں جہاں بھی موقع ہاتھ آتا ہے بعض اردو محاوروں کی تشریح میں میں بظاہر توجہ دوسری طرف پھیر دیتا ہوں لیکن وہ محاورے اگر ان کو سمجھ نہ آئیں تو نماز کا عرفان بھی ساتھ نہیں آئے گا۔ پس یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے اس طرح اٹک گئی ہیں کہ ایک آگے بڑھتی ہے تو دوسری بھی آگے بڑھتی ہے اور دیکھنے والا بعض دفعہ محسوس بھی نہیں کرے گا کہ نماز سکھائی جارہی ہے کیونکہ اس کے بعض حصے ،اردو کلاس کے ، نماز سے ہٹ کر لفظوں کے معانی، ان کی تشریحات اور قانون قدرت کے متعلق بعض ایسی باتیں بتانے میں صرف ہو جاتے ہیں کہ وقتی طور پر انسان سمجھتا ہے کہ میں اصل مضمون سے ہٹ گیا ہوں۔ جب پھر میں واپس آتا ہوں اس وقت وہ سمجھتے ہیں کہ اصل سے ہٹے بغیر جو اردو کلاس کے اپنے تقاضے تھے وہ بھی پورے ہو رہے ہیں۔ پس آپ کی ان دلچسپیوں میں کمی نہیں آئے گی جن دلچسپیوں کی وجہ سے آپ پہلے اردو کلاس دیکھا کرتے تھے ۔ وہ دلچسپیاں اپنی جگہ قائم رہیں گی۔ انشاء اللہ ان میں ذرہ بھر فرق نہیں آئے گا۔ اور جو میں نے ایک دفعہ عرض کیا تھا کہ یہ اردو مائدہ کلاس ہے اس میں دستر خوان بھی بچھتا ہے اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں بھی ملتی ہیں وہ سلسلے بند نہیں ہونگے۔ وہ نماز کے ساتھ ساتھ جیسے روحانی غذا نصیب ہو رہی ہو گی کچھ جسمانی غذا بھی ساتھ ساتھ جاری رہے گی۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ خطبات میں جن تفصیلات کو میں بیان نہ کروں اور جن کو مستقل بیان کرنا مشکل ہے اس لئے کہ میں اس سے پہلے یہ باتیں بیان کر بھی چکا ہوں، بعض دفعہ درسوں میں بیان کر چکا ہوں اور اس مضمون کو اب مسلسل آگے نہیں بڑھایا جاسکتا تو یہ جو کمزوری پیدا ہوئی ہے کہ خطبہ جمعہ میں ہمیشہ ، مسلسل نماز کا ذکر نہیں کیا جاسکتا اس کا ایک ازالہ ہے جو اردو کلاس میں کیا جارہا ہے۔ اس لئے آپ لوگ اب اس کو بھی نماز کے اسباق کا حصہ سمجھیں اور آئندہ جب دیکھیں تو اس خیال سے دیکھیں کہ آپ کے دینی علم میں بھی اضافہ ہو گا اور نماز کی حقیقت کئی طریق پر پہلو بدل بدل کر آپ کے سامنے پیش کی جائے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ نماز کے آغاز سے لے کر بالآخر السلام علیکم تک جو مضامین اس میں مخفی ہیں، جن کا علم آپ کے لئے ضروری ہے، جن کے علم میں آپ کو دلچسپی رہے گی اور دلچسپی مسلسل آگے بڑھتی چلی جائے گی، وہ معاملہ اب اردو کلاس کے حوالے کر دیا گیا ہے ۔ اس کے ذریعہ آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ نہ دلچسپی میں کمی آئے گی ، نہ ان اہم امور کا علم حاصل کرنے میں آپ کو کوئی کمی محسوس ہو گی۔ اس خطبہ جمعہ میں اس تفصیل کو میں نے اس لئے کھول دیا ہے تا کہ اب جو باتیں میں آپ کے سامنے تفصیل سے نہیں رکھوں گا آپ یہ نہ سمجھیں کہ انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

نماز میں دلچسپی کے لئے یہ مرکزی بات ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں ۔ **نماز کا**

**عرفان حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ عرفان ہے جو دنیا سے آپ کی توجہ پھیر سکتا ہے اور نماز کی طرف مبذول کرا سکتا ہے** کیونکہ عرفان اپنی نوعیت میں ایسی طاقت ہے جس کا دنیا کی طاقتیں مقابلہ نہیں کر سکتیں کیونکہ یہ فطرت کے مطابق ہے۔ جس چیز کا آپ کو حقیقی عرفان نصیب ہو کہ اس میں میری ذات کے لئے فائدہ ہے، میری روح کے لئے لذت ہے وہ حقیقی عرفان خود اس بات کا ضامن ہو جاتا ہے کہ آپ اپنی توجہ اسی طرف رکھیں۔ یہ کہنا آسان ہے مگر یہ کرنا اس لئے مشکل ہے کہ بعض دفعہ دو دھارے بیک وقت بہتے ہیں اور ہر ایک کے تقاضے اپنے اپنے رہتے ہیں۔ پہلے ہی دن سے انسان کامل عارف بندہ نہیں بن سکتا، بڑی لمبی محنتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

پس یہ خیال کر لینا کہ اردو کلاس سن لیں یا چند خطبے سن لیں تو اچانک آپ اپنے مقام کے آخری مرتبے تک پہنچ جائیں گے اور ساری توجہات نماز کی طرف پھر جائیں گی۔ اس خیال کو دل سے نکال دیں۔ لیکن جو باتیں میں بیان کر رہا ہوں آپ کے لئے ممد ثابت ہونگی، آپ کے لئے مفید ثابت ہونگی اور آہستہ آہستہ آپ کی نماز کا مزاج بدلنا شروع ہو گا اور یہ بلند تر ہونے لگے گا اور آہستہ آہستہ آپکو نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی مناجات کی توفیق ملے گی جو پہلے نہیں ملتی تھی اور لذت کے مقامات کچھ بڑھیں گے جو رفتہ رفتہ اور ایسے مقامات پیدا کرنا شروع کریں گے۔ یعنی بعض جگہ ایسے نقطے بن جائیں گے جن میں آپ کی دلچسپی ہمیشہ قائم رہے گی۔ وہ نقاط رفتہ رفتہ پھیلنے لگیں گے، وہ آپ کے دل کی سطح پر قبضہ کرنے لگیں گے۔ جوں جوں وہ آگے بڑھیں گے اور پھیلیں گے اور آپ کے دل میں مزید اللہ تعالیٰ سے تعلق کے مقامات پیدا ہونے شروع ہونگے آپ کی نماز کا عرفان بڑھتا چلا جائیگا اور بالآخر، اس میں جب میں بالآخر کہتا ہوں تو حقیقت یہ ہے کہ مضمون کا کوئی آخر نہیں مگر انسان کا ایک آخر ہے، بالآخر آپ اس صورت میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو سکتے ہیں کہ آپ کا سفر خدا کی طرف تھا اور خدا کو چھوڑ کر دنیا کی طرف نہیں تھا۔ اگرچہ تمام تر سفر تو انسان کے لئے ممکن ہی نہیں کہ خدا کی ذات لامحدود ہے۔ مگر یہ ممکن ہے کہ رخ خدا کی طرف ہو اور اس رخ کے دوران چاہے آپ آہستہ چلیں، چاہے تیز چلیں مگر خدا کی جانب آپ اپنے آپ کو بڑھتا ہوا اور قریب ہوتا ہوا محسوس کرنے لگیں۔ لیکن عرفان کا درجہ کمال تو مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ یہ خیال کہ آنحضرت ﷺ جس عرفان کی حالت میں خدا کے حضور حاضر ہوئے تھے اب تک اسی عرفان کی حالت میں ہیں یہ انتہائی جاہلانہ اور ہتک آمیز خیال ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کی عزت افزائی نہیں، نہ خدا کی توحید کا حق ادا کرنے کے مترادف ہے۔ توحید باری تعالیٰ اور اس کا لامتناہی ہونا یہ تقاضا کرتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد

مصطفیٰ ﷺ نے وصال کے وقت تک جو عرفان حاصل کیا تھا وہ عرفان ٹھہرے گا نہیں اور کبھی بھی نہیں ٹھہرے گا۔ وفات کے بعد خدا کی ذات میں آپ کا سفر جاری رہے گا اور آپ کے مرتبوں کی بلندی کی دعائیں جو ہمیں سکھائی گئی ہیں ہم کرتے رہیں گے اور یہ دعائیں اپنی ذات میں ضروری ہوں یا نہ ہوں آپؐ کے مرتبے ہر حال میں بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔ پس یہی حال ہم عاجز بندوں کا ہے۔ ہم اپنے مرنے تک جس سفر کو اختیار کر سکتے ہیں وہ خدا کی طرف قریب ہونے کا سفر ہے، خدا کو پوری طرح پالینے کا سفر ہے۔ جو ہمارے سفر کا منتہی ہے وہ ایک ایسی ذات ہے جو ختم نہ ہونے والی ذات ہے، لامتناہی ذات ہے اور ایسی لامتناہی ذات ہے کہ انسانی ذہن عاجز آجاتا ہے لیکن اس کی کنہہ کو سمجھ نہیں سکتا۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی کنہہ کو سمجھ سکتے ہیں۔ ''لیس کمثله شیءٌ'' اس جیسی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ یعنی جو بھی مخلوقات ہیں وہ خالق کی پیدا کردہ ہونے کی وجہ سے خالق کا رنگ رکھتی ہیں مگر خود خالق نہیں۔ اس لئے مخلوق اور خالق میں ایک فرق ایسا رہے گا جسے مخلوق سمجھ نہیں سکتی کیونکہ اس نے جو بھی دیکھی ہے مخلوق دیکھی ہے، اپنے جیسے دیکھے ہیں اور اپنی مخلوق کے اندر خالق کوئی نہیں دیکھا اور خالق اس سے مخفی رہتا ہے جس طرح ہر آرٹ سے اس کا آرٹسٹ مخفی رہتا ہے۔ بڑی سے بڑی تصویر اٹھا کر دیکھ لیں جو دنیا میں بہت شہرت اختیار کر گئی ہو اس تصویر کو اگر شعور بھی ہو تو وہ جس دماغ نے اس کو جنم دیا، جس نے پیدا کیا، جن ہاتھوں نے وہ عکاسی کی وہ اس کو نہیں سمجھ سکتے وہ اور چیز ہیں۔ مخلوق اور ہے خالق اور ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ فلسفیوں نے بہت زور مارے لیکن خدا تعالیٰ کی کنہہ کو نہ پا سکے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض قدیم چوٹی کے فلسفی اس مسئلے کو سمجھ گئے کہ خدا کی ذات کا سمجھنا مخلوق کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ اس پہلو سے اس کی ذات الگ رہے گی۔ مگر وہ صفات جو تخلیق میں جلوہ گر ہو چکی ہیں ان کو سمجھنا ہمارے لئے ممکن ہے اور انہی صفات کو سمجھنے کے حوالے سے ہمارا سفر آگے بڑھتا جائے گا یہ''۔ سَک لہ وہ مخفی در مخفی ذات اپنے بعض اور جلوے دکھائے اور ان جلووں میں ہمارا سفر اس کی طرف پھر ہمیشہ آگے بڑھنے لگے۔

یہ دنیا اور آخرت کا سفر ہے جسے ہم نے اختیار کرنا ہے مگر اگر باشعور طور پر اس سفر کے حقائق کو سمجھتے ہوئے اس دنیا میں ہم اس کا آغاز نہ کریں تو آخرت میں بھی یہ سفر نصیب نہیں ہوگا۔ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ پس اس حقیقت کی طرف آنکھیں کھولنے کے لئے، ساری جماعت کی آنکھیں کھولنے کے لئے میں بار بار نماز کی اہمیت کی طرف آپ کو متوجہ کر رہا ہوں۔ ان معنوں میں نماز کو سمجھیں اور اپنے گھروں میں، اپنے بچوں میں، اپنی بیویوں کو نماز سمجھائیں اور وہ آگے پھر آئندہ نسلوں کو سمجھائیں۔ اگر نماز کا مضمون جماعت پر روشن ہو کر ان کے وجود کا حصہ بن جائے تو پھر اطمینان سے جان

دے سکتے ہیں یہ سوچتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق بخشی کہ دور تک آئندہ نسلوں کو خدا کی راہ پہ ڈال چکے ہیں۔ شیطان انہیں ورغلاتا رہے گا اور ورغلانے کی کوشش کرتا رہے گا، آپ کو بھی ورغلاتا رہے گا، آپ کو بھی ورغلانے کی کوشش کرتا رہے گا مگر ہمت اور کوشش سے اپنی نماز کو کھڑا کرتے چلے جانا ہے۔ یہ کھڑا کرتے چلے جانا وہ توفیق ہے جو ہمیں نصیب ہے۔ پوری طرح کھڑا کر دینا ہمیں توفیق نہیں۔ اس لئے اس کا آخری پہلو دعا پر ٹوٹتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ان ساری کوششوں میں دعا کرنا جو نماز کے دوران ہی نہ ہو بلکہ نماز کے بعد کے حصوں پر بھی حاوی ہو یہ بنیادی حقیقت ہے جس سے روگردانی ہمیں ان معارف کو حاصل کرنے میں روک بن جائے گی۔ دعا سے روگردانی کسی حالت میں نہیں کرنی۔ دعائیں کریں۔ اپنی ذات کے لئے بالارادہ دعائیں کریں اور روزانہ دعائیں کریں۔ اگر آپ دعائیں نہیں کریں گے تو آپ کو نماز کی طرف توجہ ہی پیدا نہیں ہوگی۔ دعاؤں کے ذریعے اس توجہ کو نمایاں کریں۔ اور جوں جوں آپ کی دعا مقبول ہوگی، دل سے اٹھتے ہوئے آپ کے دل پر ایک اثر چھوڑتی چلی جائے گی جو اس کے اٹھنے کا ایک نقش ہے۔ جس طرح سمندر سے ہوائیں اٹھتی ہیں ان میں بجلی پیدا ہوتی ہے لیکن وہ اٹھتی ہیں تو پیچھے رہنے والے پانی میں بھی بجلی پیدا کر دیتی ہیں اور یہ قانون قدرت ہے جو ہمارا حوصلہ بڑھاتا ہے۔

پس حقیقت دعا ایک بہت گہرا مضمون ہے۔ اس کی مقبولیت کے متعلق اس وقت تفصیل میں جانے کا وقت نہیں مگر ایک بات میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ دعا جو دل سے اٹھے وہ اٹھتے ہوئے اپنی مقبولیت کا ایک نشان پیچھے چھوڑ جاتی ہے اور وہ نشان آپ کی امانت ہے۔ وہ نشان آپ کے حوصلے بڑھانے والا ہے۔ وہ نشان آپ کا یقین بڑھانے والا ہے کہ آپ نے دعا مانگی تھی اخلاص سے مانگی تھی اور اس کا ایک نیک اثر آپ کے دل پر قائم ہو چکا ہے۔ پس اس طرح کی دعائیں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے آپ کی دنیا بھی سنوار دیں گی اور آپ کی عاقبت بھی سنوار دیں گی۔ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہر پہلو سے ہماری نمازیں خالصۃً للہ ہو جائیں، اسی کے لئے وقف رہیں اور ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی اپنے اسی نیک راہ پر قائم رکھے۔

اس ضمن میں جو دوسری احادیث میں نے چنی تھیں ان کو پڑھنے کا زیادہ وقت تو نہیں رہا لیکن ایک روزمرہ کی ایسی عام حقیقت ہے جو ہمارے سامنے رہنی چاہئے کہ بعض دفعہ قلبی توجہات کے سوا جسمانی توجہات بھی نماز میں مخل ہو جاتی ہیں یا جسمانی حوائج بھی نماز میں مخل ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف بھی متوجہ فرمایا ہے۔ مثلاً ایک یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث مسلم

کتاب الصلوٰۃ سے لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہؓ نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب دستر خوان بچھ جائے اور کھانا چن لیا جائے تو نماز شروع کرنا اسے خراب کرنے کے مترادف ہے۔

جب دستر خوان بچھ جائے اور کھانا چن لیا جائے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس وقت اس کو اہمیت دو اور نماز کو چھوڑ دو۔ یہ نصیحت ہے کہ ایسے وقت میں دستر خوان نہ بچھایا کرو جو نماز کا وقت ہوا کرتا ہے ورنہ آدھی توجہ تمہاری دستر خوان پر رہے گی اور آدھی نماز کی طرف رہے گی۔ تو بعض لوگ اس کا مطلب اور لے لیتے ہیں کہ نہیں نہیں رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ آرام سے کھانا کھاؤ نماز دیکھی جائے گی۔ ہرگز آنحضرت ﷺ کا یہ حکم نہیں ہے۔ یہ حوائج ضروریہ ہیں جو اگر ایسے وقت میں آئیں کہ نماز کا وقت ہو تو لازماً دخل انداز ہونگی۔ جو ہمارے بس میں ہے وہ تو اختیار کریں۔ اور اگلی بات رسول اللہ ﷺ نے وہ فرمائی ہے جو ہمارے بس میں نہیں اور اس پہلی مثال پر مزید روشنی ڈالتی ہے۔ اسی طرح اگر دو خبیث چیزیں یعنی بول و براز کی حاجت اسے روک رہی ہو تو بھی نماز پڑھنا بے معنی ہے۔ اب آپ دیکھ لیں کہ یہ جو حاجات ہیں یہ از خود اٹھتی ہیں اور انسان کا نفس اسے بتا دیتا ہے کہ جب تک ان سے فارغ نہ ہوں میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ تو اتنا حصہ ایک مجبوری کے تحت ہے کیونکہ ان حاجات کا پیدا ہونا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اگر اس وقت ان حاجات سے فارغ ہوئے بغیر نماز کی طرف جائے گا تو اس کی نماز بے معنی ہو جائے گی، توجہ نماز میں قائم رہ ہی نہیں سکتی۔ تو آنحضرت ﷺ نے دو باتوں کو آپس میں عجیب طریق سے باندھا ہے۔ ایک کھانا اور ایک اس کھانے کا انجام۔ جو انجام ہے وہ تو ہمارے بس میں نہیں ہے اس میں تو کوشش کرنی چاہئے جلد سے جلد اس سے فارغ ہو اور پھر نماز کی طرف جاؤ۔ لیکن جو آغاز ہے، جو وہ انجام پیدا کرتا ہے وہ ہمارے بس میں ہے۔

**پس ایسے وقت میں کھانوں کے اوقات نہ رکھو جو نماز سے ٹکرائیں۔ اور عادت ڈالو اور بچوں میں بھی یہ عادت پختہ کرنے کی کوشش کرو کہ ان کے کھانے پینے کی عادات نماز سے ٹکرانے والی نہ ہوں۔** اس طریق پر انشاء اللہ تعالیٰ وہ ظاہری محرکات جو نماز میں مخل ہوتے ہیں ان سے بھی آپ چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔......☆......☆......☆

# دُعائے محمودؔ

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے
توحید کی ہو لب پہ شہادت خدا کرے
ایمان کی ہو دل میں حلاوت خدا کرے
حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے
حاصل ہو مصطفٰےؐ کی رفاقت خدا کرے
ٹل جائے جو بھی آئے مصیبت خدا کرے
پہنچے نہ تم کو کوئی اذیّت خدا کرے
بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوت خدا کرے
قائم ہو پھر سے حکم محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے
تم ہو خدا کے ساتھ، خدا ہو تمہارے ساتھ
ہوں تم سے ایسے وقت میں رخصت خدا کرے

## تاریخ احمدیت سے

### سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے

# امریکہ میں نظام ”الوصیت“ کے نفاذ کی

# پرزور تحریک

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ۱۹۵۵ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے احمدیوں کے نام انگریزی میں ایک اہم پیغام ارسال فرمایا جس میں حضور نے نظام وصیت کے عظیم الشان مقصد پر روشنی ڈالی اور اسے امریکہ میں بھی جاری کرنے کی پرزور تحریک فرمائی۔ اس پیغام کا ترجمہ درج ذیل ہے:

**میرے عزیز امریکن بھائیو!**

جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے دو سال قبل وصیت کے طور پر ضروری ہدایات اس دستاویز کی شکل میں شائع فرمادی تھیں جو ”الوصیت“ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ دستاویز بہت اہم ہے۔ ہر احمدی کو چاہئے کہ وہ اس کا ضرور مطالعہ کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ سب نے اس کا انگریزی ترجمہ بغور مطالعہ کرلیا ہوگا۔ اگر اس کا انگریزی ترجمہ آپ لوگوں کو بآسانی دستیاب نہ ہو سکتا ہو تو میں برادرم خلیل احمد صاحب ناصر کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے ”الوصیت“ کا جلد از جلد ترجمہ کر کے آپ سب میں اسے تقسیم کرادیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس دستاویز کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ میں سے ہر ایک میں یہ شدید خواہش پیدا ہوگی کہ وہ بھی اس عظیم الشان تحریک میں جو اس میں بیان کی گئی ہے اور جو اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے نہایت درجہ اہمیت کی حامل ہے شامل ہونے کی سعادت حاصل کرے۔

اس دستاویز کا مطالعہ کرنے پر آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اس میں جو سکیم بیان کی گئی ہے اس کے مطابق جماعت کے ہر فرد سے جو اس میں حصہ لینا چاہتا ہے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی جائیداد کا دسواں حصہ یا جائیداد کی قیمت کے دسویں حصہ کے برابر نقد رقم بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرے یا اگر اس کی کوئی قابل ذکر جائیداد نہ ہو تو وہ اپنی زندگی میں اپنی ہفتہ وار یا ماہوار آمد کا دسواں حصہ اشاعت اسلام اور انسانی فلاح و بہبود کی خاطر صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتا رہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس تحریر میں جو جائیداد کی وصیت کے طور پر لکھی جائے یا جس کے ذریعہ چندہ وصیت کی ادائیگی کا وعدہ کیا جائے۔ یہ امر بالصراحت مذکور ہو کہ جائیداد کی وصیت یا چندہ وصیت کی ادائیگی ان میں سے جو بھی صورت ہو ہر قسم کی شرائط اور پابندیوں سے آزاد ہوگی۔ اور موصی یا اس کے وارث یا اس کے مقرر کردہ منصرم وصیت کردہ جائیداد یا آمدنی کے مصرف یا خرچ پر کوئی اعتراض نہ کر سکیں گے۔ صدر انجمن احمدیہ یا کوئی اور بااختیار ادارہ جو اس سلسلہ میں قائم کیا جائے اس تحریک کے اغراض و مقاصد کے تحت جائیداد یا وصول شدہ چندہ جات کو خرچ کرنے کا پوری طرح مجاز ہوگا۔

بہ تمام و کمال اور بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس دستاویز کا عظیم الشان مقصد اور اس کی اغراض آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیں گی تاہم میں برادرم خلیل احمد صاحب ناصر کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اس بات کا انتظام کریں کہ آپ کے مختلف مراکز میں سلسلہ کے نمائندے ”الوصیت“ کا مقصد اور اس کی اغراض تفصیل کے ساتھ آپ لوگوں کو سمجھا دیں۔ ”الوصیت“ کے منشاء کے مطابق ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جماعت احمدیہ جتنی جلدی ممکن ہو سکا کسی مرکزی علاقہ میں ایک موزوں قطعہ زمین خریدنے کا انتظام کریگی۔ یہ قطعہ زمین قبرستان کے طور پر ان لوگوں کے لئے مخصوص ہوگا جو ”الوصیت“ میں بیان کردہ شرائط اور ان قواعد کے مطابق جو امام جماعت احمدیہ اور صدر انجمن اور تحریک جدید کی طرف سے نافذ ہوں، وصیت کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ریاست ہائے متحدہ میں ایک دفعہ جاری ہونے کے بعد یہ سکیم انشاء اللہ تقویت حاصل کرے گی اور رفتہ رفتہ تمہارے ہزار نہیں بلکہ لاکھوں ہم وطن اس میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائیگا جو اپنی مساعی اور آمدنیوں اور جائیدادوں کا ایک معقول حصہ ”الوصیت“ کے اغراض و مقاصد کے لئے وقف کریں گے۔

جوں جوں ایسے مخلص اور فدائی احمدیوں کی تعداد بڑھے گی اس امر کی ضرورت محسوس ہوگی کہ ملک کے مختلف حصوں میں ایسے ہی قبرستان قائم کئے جائیں۔ چنانچہ حسب ضرورت مختلف اوقات میں ایسے قبرستانوں کا قیام عمل میں آتا رہے گا۔

ایسی وصیت کردہ جائیداد سے اس کی فروخت یا چندہ جات سے جو آمدنی ہو اس کو حسب ذیل طریق پر خرچ کیا جائے۔

(الف): اس آمدنی کا نصف حصہ مرکزی اداروں کو چلانے اور دنیا بھر میں اشاعت اسلام کا کام کرنے کے لئے صدر انجمن احمدیہ کو ارسال کیا جائے گا اس میں امریکہ بھی شامل ہوگا کیونکہ امریکہ میں ابھی لمبے عرصے تک اسلام کے ایسے خادموں کی ضرورت محسوس ہوتی رہے گی جو خاص طور پر مرکز کے تربیت یافتہ ہوں وہ مرکزی ادارے جن کے ذمہ اشاعت اسلام کا کام ہے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغ اسلام کی غرض سے مذکورہ بالا آمدنی کا جو حصہ مرکز میں ارسال کیا جائے گا اسے امام جماعت احمدیہ کی ان ہدایات کے مطابق جو وقتاً فوقتاً جاری کریں گے ان دونوں اداروں میں تقسیم کیا جائے گا۔

(ب): آمدنی کے باقی نصف حصے میں سے تین چوتھائی رقم ریاست ہائے متحدہ میں تبلیغ اسلام پر خرچ کی جائے گی باقی کی چوتھائی رقم ہمارے غریب اور پسماندہ بھائیوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف ہوگی۔ جہاں کہیں بھی

ایسے بھائی ہوں گے اُن پر یہ رقم خرچ کی جائے گی۔ اور اس ضمن میں ان کی تعلیم و تربیت کے انتظام کو مقدم رکھا جائیگا۔
جونہی جماعت کے نمائندوں کی طرف سے مجھے یہ اطلاع ملے گی کہ آپ لوگوں میں سے ایک خاصی تعداد ایسے احباب کی ہے جو "الوصیت" کی بیان کردہ تحریک میں شامل ہونا چاہتے ہیں، میں ایک کمیٹی قائم کرنے کا انتظام کروں گا۔ اس کے قیام کا مقصد یہ ہوگا کہ اس سکیم کے تحت اولین قبرستان کے لئے جگہ منتخب کی جائے اور اس سکیم پر عملدر آمد کے لئے ضروری اور ابتدائی انتظامات کئے جائیں اور اس اَمر کا اہتمام کیا جائے کہ اس سکیم اور اس کے مقاصد کو مؤثر طریق پر ہمیشہ کے لئے جاری رکھا جاسکے۔ ہروہ شخص جو وصیت کرے گا یا اس سکیم کے قواعد کے بموجب کم سے کم شرح کے مطابق چندہ دینے کا وعدہ کریگا، وہ اس شرط پر کہ اس کی وصیت پوری ہو جائے یا حسب قواعد چندہ جات کی ادائیگی عمل میں آجائے۔ دونوں صورتوں میں اس بات کا حقدار ہوگا کہ ایسے قبرستانوں میں سے کسی ایک قبرستان میں دفن کیا جائے جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اس غرض کے لئے قائم ہو جائیں گے۔ اور اس صورت میں کہ اس کی موت ہندوستان میں واقع ہو تو وہ قادیان کے قبرستان میں یا اگر پاکستان میں ہو تو ربوہ کے قبرستان میں دفن ہو سکے گا۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ اس کی نعش ان قبرستانوں میں سے کسی ایک قبرستان تک پہنچانے کے لئے اخراجات اس کے اپنے ترکہ یا جائیداد سے پورے کئے جائیں۔ اور اس کی راہ میں کوئی قانونی یا کوئی اور رکاوٹ حائل نہ ہو۔ وصیت یا چندہ جات کے وعدے کے ضمن میں جو تحریر لکھی جائے گی اس میں یہ صراحت کی جائے گی کہ اس شرط کے پورا نہ ہو سکنے کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ وصیت کو ناجائز یا خلاف قاعدہ قرار دیا جا سکے گا یا اس کے جائز یا قانونی حیثیت پر کوئی حرف آسکے گا یا ادا کردہ چندوں کے بارہ میں کسی مطالبہ یا دعویٰ کا جواز پیدا ہو سکے گا۔
صدر انجمن ایسے تمام اشخاص کے نام جنہوں نے اس سکیم میں شامل ہونے کے بعد اسکی تمام شرائط کو پورا کر دیا ہوگا قادیان یا ربوہ کے قبرستانوں میں مناسب جگہ پر کندہ کرانے کا انتظام کرے گی۔ نیز ان کے نام ایک ریکارڈ کی شکل میں بھی محفوظ رکھے جائیں گے جن کی نقول بڑے بڑے احمدیہ مراکز میں بھی رکھی جائیں گی تاکہ احمدیوں کی آنے والی نسلوں کو اپنے ان وفات یافتہ بھائیوں کی روحوں کے واسطے دعا کی تحریک ہوتی رہے جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اموال کو اسلام اور انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کیا۔ یہ امر بہت ضروری ہے کہ اس بارے میں پوری احتیاط کی جائے کہ اس تمام سکیم پر عمل درآمد کے وقت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے رائج الوقت قوانین کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے تا اس بناء پر کسی وقت بھی کوئی اعتراض پیدا ہو کر اس سکیم یا اس کے مقاصد کو ناکام نہ بنا سکے۔
جیسا کہ "الوصیت" میں بیان کیا گیا ہے وصیت کی اس سکیم کے فوائد اور رنگ میں بھی ظاہر ہونگے اور بالآخر یہ انسانیت کے کمزور طبقوں کو اٹھانے اور انسانی فلاح و بہبود اور خوشحالی کو ترقی دینے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ کوئی نظام بھی جس کی بنیاد جبر و اکراہ پر ہو اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ الوصیت میں جو سکیم پیش کی گئی ہے خالصۃً طوعی اور رضاکارانہ ہے اور خدمت اسلام کے ایک اجر کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے جو اخلاقی اور روحانی فوائد اس تحریک کے ساتھ وابستہ ہونگے تمام دوسرے نظام ان سے محروم ہیں۔
رفتہ رفتہ ایک ملک کے بعد دوسرا ملک اس تحریک کو اپنانے کے لئے آگے آتا رہے گا اور اس طرح ان لوگوں کی طرف سے جو اس سکیم کے ذریعہ روحانی، اخلاقی اور مادّی فوائد سے متمتع ہونگے دنیا میں خدا کا نام بلند ہوتا رہے گا۔
اس تحریک پر پاکستان اور ہندوستان میں پہلے سے عمل ہو رہا ہے۔ میری خواہش ہے اور میں اس کے لئے دعا بھی کرتا ہوں کہ تحریک کو اپنانے والے ممالک میں سے امریکہ تیسرا ملک ثابت ہو اور اس طرح وہ وسیع سے وسیع تر پیمانے پر انسانیت کی فلاح و بہبود اور اس کی ترقی کی بنیادیں استوار کرنے میں حصہ لے۔ آمین
برادران! ہم کمزور اور ناتواں ہیں۔ لیکن ہمارا خدا طاقتور اور ہمہ قوت ہے۔ ہمارے بس میں کچھ نہیں لیکن وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ یقین رکھو کہ اس کی مدد تمہاری طرف دوڑی آرہی ہے۔ بلاشبہ وہ خود تمہارے دروازے پر کھڑا ہے اور اندر داخل ہونا چاہتا ہے۔ پس اٹھو اور اپنے دروازے کھول دو تاکہ وہ اندر آجائے۔ جب وہ تمہارے گھروں میں داخل ہو جائے گا اور تمہارے دلوں میں سما جائے گا تو زندگی تمہارے لئے منور ہو جائے گی۔ اور دنیا میں تم اسی طرح عزت دئے جاؤ گے جس طرح آسمانوں میں اس کو عزت اور عظمت حاصل ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو"۔
سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے یہ خصوصی پیغام چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر انچارج امریکہ مشن کو ارسال فرمایا اور اس مبارک تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بذریعہ مکتوب بعض ضروری ہدایات دیں۔
حضرت مصلح موعودؓ نے امریکہ کے بعد اگلے سال انڈونیشیا کی احمدیہ جماعتوں کو بھی نظام وصیت کی ترویج کی طرف توجہ دلائی جس کے خوشکن اثرات رونما ہونے شروع ہو گئے۔ جس پر حضور نے ۲۰ر جون ۱۹۵۶ء کو خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نظام وصیت جاری فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی برکت رکھ دی کہ باوجود اس کے کہ انجمن کے کام ایسے ہیں جو دلوں میں جوش پیدا کرنے والے نہیں پھر بھی صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ تحریک جدید کے بجٹ سے ہمیشہ بڑھا رہتا ہے کیونکہ وصیت ان کے پاس ہے۔ اس سال کا بجٹ بھی تحریک جدید کے بجٹ سے دو تین لاکھ زیادہ ہے حالانکہ تحریک کے پاس اتنی بڑی جائیداد ہے کہ اگر وہ جرمنی میں ہوتی تو ڈیڑھ دو کروڑ روپیہ سالانہ ان کی آمدنی ہوتی مگر اتنی بڑی جائیداد اور بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کرنے کی جوش دلانے والی صورت کے باوجود محض وصیت کے طفیل صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ تحریک جدید سے بڑھا رہتا ہے۔ اس لئے اب وصیت کا نظام میں نے امریکہ اور انڈونیشیا میں بھی جاری کر دیا ہے اور وہاں سے اطلاعات آرہی ہیں کہ لوگ بڑے شوق سے اس میں حصہ لے رہے ہیں......
میں نے سمجھا کہ چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ایک نظام ہے اگر اس نظام کو بیرونی ملکوں میں بھی جاری کر دیا جائے تو وہاں کے مبلغوں کے لئے اور مسجدوں کے لئے بہت بڑی سہولت پیدا ہو جائے گی"۔

(روزنامہ الفضل ربوہ، ۱۰ر جولائی ۱۹۵۶ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم    نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم    وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

# المصلح الموعود رضؓ

وہ رنگِ تضرّع، حسنِ دعا، عاشق جس میں نابود ہوا
چالیس شبوں کا اِک سجدہ، حاصل جس سے مسجود ہوا

وہ صدق و محبت، صبر و وفا، وہ درد و غم و افکار و بلا
وہ زاری و گریہ، آہ و بکا، دل خوں ہو کر مفقود ہوا

وہ قلبِ حزیں کی ایک طلب، دِن آئے ہم پہ دُور ہو شب
کہ دینِ خدا تھا جاں بلب، جو شعلہ تھا وہ دُود ہوا

سن لی یہ دعائیں رحماں نے، قادر نے ہمارے یزداں نے
وعدہ جو دیا تھا قرآں نے، مسلم پھر سے مسعود ہوا

وہ بحرِ محبت اٹھتی لہر، وہ اوّل و آخر کا مظہر
وہ پاک مسیح کا لختِ جگر قربت کا نشاں مقصود ہوا

وہ فضلِ عمر رحمت کا نشاں، وہ کلمۂ حق، قدرت کا بیاں
وہ فتح و ظفر کا سیلِ رواں، اس عالم پر مشہود ہوا

وہ صورت و سیرت خوب بنا اِک عالم کا محبوب بنا
عشّاق کا وہ مطلوب بنا مشہور ہوا، محمود ہوا

وہ بابِ علومِ روح و بدن، وہ جانِ فنون و شعر و سخن
وہ نازِ جنون و عشق و لگن، کس شان سے لا محدود ہوا

نازک تھا بدن پر بار سہے جتنے بھی تھے غم اغیار سہے
وہ خوں میں ڈوبا، وار سہے اور دشمن ہی نابود ہوا

وہ عشقِ خدا کا مستانہ، وہ ختمِ رسل کا پروانہ
وہ دینِ صدیٰ کا دیوانہ، المصلح الموعود ہوا

طالبِ دعا۔ مبلغ سلسلہ مبشر احمد

# قیامِ توحید اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

شیخ خورشید احمد ، سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ

اللہ تعالیٰ کے اس پر شوکت کلام میں جو مصلح موعودؓ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا مصلح موعودؓ کی ایک علامت یہ بیان کی گئی تھی کہ

" وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح القدس کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا ۔ "

اس الہامی عبارت میں " روح القدس " سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید ہے چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اپنے ایک خطبہ جمعہ میں یہ تشریح فرمائی کہ :

" روح القدس توحید کی روح کو کہا جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ اصل چیز خدا تعالیٰ کا وجود ہی ہے باقی سب چیزیں اظلال اور سائے میں ہیں پس روح الحق سے مراد توحید کی روح ہے ۔

( الفضل 16 فروری 1944 )

گویا مصلح موعود کی ایک علامت یہ تھی کہ وہ توحید الٰہی پر کامل ایمان اور یقین رکھے گا اور دنیا میں بھی توحید کو قائم کرنے کے لئے کوشاں رہے گا ۔ قرآن مجید کی آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے خلفائے برحق کی ایک علامت یہی بیان فرمائی ہے کہ یعبدونني لا یشرکون بي شیئاً یعنی وہ صرف میری ہی عبادت کریں گے کسی غیر اللہ کو کسی طور بھی اس کا شریک نہیں بنائیں گے اور قیام توحید کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے ۔ دیگر علامات کی طرح اللہ تعالیٰ کی یہ بیان فرمودہ علامت بھی حضرت مصلح موعودؓ کی پوری زندگی میں جلوہ گر نظر آتی ہے اور حضورؓ ہمیشہ اپنے قول و فعل سے اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو بھی یہی سبق دیتے رہے کہ

میں واحد کا ہوں دلدادہ اور واحد میرا پیارا ہے
گر تو بھی واحد بن جائے تو میری آنکھ کا تارا ہے

( کلام محمود )

حضورؓ کس شان کے توحید پرست تھے اور کس طرح دنیا میں توحید کے قیام کے لئے کوشاں رہے اس کی صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۔

پہلی یہ کہ بچپن سے ہی حضور کا توحید الٰہی سے خاص تعلق رہا ہے چنانچہ 1906ء جب کہ حضور کی عمر صرف سترہ سال کی تھی آپ نے جو پہلی پبلک تقریر فرمائی اس کا موضوع ہی توحید الٰہی تھا ۔ یہ تقریر کس شان کی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اخبار الحکم نے لکھا :

" فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو اپنے پورے زور سے بہہ رہا تھا واقعی اتنی چھوٹی عمر میں خیالات کی یہ پختگی اعجاز سے کم نہیں ۔ اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت کا جوہر کس درجہ کمال پر پہنچا ہوا ہے ۔ "

( الحکم 10 جنوری 1907ء )

دوسرا زبان سے توحید کا اقرار کرنا تو بہت آسان ہے مگر حقیقی ایمان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے جب کہ ہر طرف سے مشکلات و مصائب کا ہجوم پریشانیوں اور تفکرات کے بادل منڈلا رہے ہوں اور امید کی کوئی شعاع نظر نہ آتی ہو ۔ ایسے حالات میں جو انسان مخالفت کے کسی طوفان سے مرعوب نہ ہو اور خدا تعالیٰ پر پورا ایمان اور یقین رکھے کہ وہ مجھے ہی بالآخر کامیاب کرے گا یقیناً ایسا شخص ہی حقیقی طور پر موحد کہلا سکتا ہے ۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں بار بار مخالفت اور نامساعد حالات کے شدید طوفان آئے مگر نازک سے نازک مواقع پر بھی حضور نے ایمان باللہ کا عظیم الشان نمونہ دکھایا ۔ مثلاً 13 مارچ 1914ء کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات ہوئی تو جماعت پر بہت نازک وقت آیا ۔ جماعت کا خزانہ خالی تھا اور وہ لوگ جو جماعت کے لئے بمنزلہ ستون کے سمجھے جاتے تھے وہ یہ دعویٰ کرتے ہوئے الگ ہو گئے کہ جماعت کے 95 فیصد لوگ ہمارے ساتھ ہیں ۔ ایسی نازک گھڑی میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان موحد بندے نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ :

" میں ضعیف ہوں مگر میرا مالک بڑا طاقتور ہے ، میں کمزور ہوں مگر میرا آقا بڑا توانا ہے ۔ .... میرا رب فرشتوں کو میری مدد کے لئے نازل کرے گا ۔ میں بے پناہ ہوں مگر میرا محافظ وہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی اور پناہ کی ضرورت نہیں ۔

( الفضل 21 مارچ 1914ء )

1934ء میں مجلس احرار یہ دعویٰ لے کر اٹھی کہ ہم احمدیت کا ( نعوذ باللہ ) خاتمہ کر کے چھوڑیں گے ۔ پنجاب کی حکومت بھی اس کی پشت پناہی کر رہی تھی ۔ پھر 1947ء میں تقسیم ملک اور قادیان سے انخلاء اور خونریز فسادات کا خطرناک زمانہ بھی آیا ۔ قیام پاکستان کے بعد 1953ء میں پھر پورے ملک میں احمدیت کے خلاف آگ بھڑکا دی گئی اور بظاہر ایسے معلوم ہوتا تھا کہ اب جماعت احمدیہ کا بچ نکلنا ناممکن ہے مگر ان سب مواقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے توحید الہٰی پر کامل ایمان اور یقین رکھا اور خطرناک سے خطرناک حالات میں بھی یہ پرشوکت اعلان فرماتے رہے کہ

" کشتی احمدیت کا کپتان اس مقدس کشتی کو پرخطر چٹانوں میں سے گزارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اسے ساحل پر پہنچا دے گا یہ میرا ایمان ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں ۔ "
( اخبار فاروق 21 نومبر 1934ء )

" انشاء اللہ فتح ہماری ہے ۔ کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا ؟ کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا ؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا ۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لئے دوڑا چلا آ رہا ہے ۔ وہ میرے پاس ہے ۔ وہ مجھ میں ہے ۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے ۔
( ہفت روزہ فاروق 4 مارچ 1953ء )
( تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 493 )

انتہائی نازک اور پرخطر زمانوں میں کامل وثوق اور تحدی کے ساتھ اپنی کامیابی کا یوں اعلان کرنا اس امر کا یقینی اور قطعی ثبوت ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ، اس کی قدرتوں اور طاقتوں پر ، اور احمدیت کی صداقت اور کامیابی پر زندہ اور محکم ایمان اور یقین تھا ۔ اور حضورؓ کی تمام جدوجہد عمر بھر اسی توحید الہٰی کے قیام کے لئے وقف رہی ۔

دنیا بھر میں تبلیغی مشنوں کا قیام ، اسلام کی ترقی اور قرآن مجید کی اشاعت کے لئے عمر بھر حضورؓ جو جدوجہد کرتے رہے اس کا واحد مقصد صرف یہی تھا کہ دنیا خدائے واحد کے آستانہ پر جھک جائے اور توحید الہٰی پر قائم ہو جائے ۔ حضرت مصلح موعودؓ اپنی جماعت میں بھی توحید الہٰی کے قیام اور اس کی غیرت کے اظہار کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے ۔ اس کی صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے ۔

قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ایک رسالہ شائع ہوا کرتا تھا ۔ اس کے اردو حصہ میں ایک دفعہ ایک نظم شائع ہوئی جس کے ایک شعر کا مفہوم یہ تھا کہ صرف میں ہی نہیں بلکہ میری طرح اور بھی بہت سے لوگ محمود ( یعنی حضرت مصلح موعودؓ ) کے پرستار ہیں ۔ جب حضرت مصلح موعودؓ کی نظر سے یہ نظم گزری تو حضورؓ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ایک مضمون رقم فرمایا اور اس میں لکھا کہ :

" مجھے یہ لفظ ( یعنی پرستار ) دیکھ کر سخت صدمہ ہوا اور اب تک میرا دل اس سے تکلیف محسوس کر رہا ہے ۔ میں نے رسالہ کے منتظمین سے اس کی شکایت کی تو اردو رسالہ کے نگران استاد نے یہ جواب دیا کہ لغت میں یہ لفظ پسند کرنے اور قدر کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ اول تو میں اسے تسلیم نہیں کرتا لیکن اگر بفرض محال اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی ایک سچے مومن کا فرض ہے کہ ایسے لفظ کو جو اصل میں عبادت کے لئے وضع ہوا ہم خدا تعالیٰ کے لئے ہی محفوظ رکھیں ۔ "

اس مضمون کے آخر میں حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا ۔

" ہمارا سب سے قیمتی موتی خلیفہ نہیں ۔ مسیح موعود بھی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں ۔ ہمارا سب سے قیمتی موتی توحید پر ایمان ہے ۔ .... ہمیں اپنی توحید کی اس سے ہزاروں درجے بڑھ کر غیرت ہونی چاہئیے جتنی کہ ایک غیور شخص کو اپنے ننگ و ناموس کی ہوتی ہے ۔ "
( سالنامہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میگزین قادیان حصہ اردو مطبوعہ 1933ء )

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم میں خلیفہ برحق کی اور پیشگوئی مصلح موعود میں حضرت مصلح موعودؓ کی ایک علامت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ کامل موحد ہوں گے اور ہمیشہ قیام توحید الہٰی کے لئے کوشاں رہیں گے ۔ دیگر علامتوں کی طرح یہ علامت بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پر ہزاروں برکتیں نازل فرمائے اور حضور کی تمنا کے مطابق ہمیں بھی کامل موحد بننے اور دنیا میں توحید الہٰی کے قیام کے لئے جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

---

یہی رات دن اب تو میری صدا ہے
یہ میرا خدا ہے یہ میرا خدا ہے

# گیمبیا یا کسی دوسرے ملک میں جماعت احمدیہ کو ہرگز غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا

## آئین کی ترامیم پر تنقید کرنا غداری نہیں یہ حالات کا تجزیہ ہے

### لاہور میں جماعت احمدیہ کے ترجمان راجہ غالب احمد کا پریس کانفرنس سے خطاب

لاہور: 27 دسمبر 1997ء جماعت احمدیہ کے ترجمان مکرم راجہ غالب احمد صاحب نے یہاں پر ایک مقامی ہوٹل میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ان خبروں کی پر زور تردید کی جو گیمبیا کے بارے میں بعض اخبارات میں شائع ہوئی ہیں اور کہاکہ یہ بالکل غلط ہے کہ گیمبیا نے یا کسی اور ملک نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے یا ان کے سکول وغیرہ بند کئے ہیں۔ انہوں نے اس خبر کی بھی تردید کی کہ کسی احمدی تاجر نے حالیہ آئینی اور عدالتی بحران کے دنوں میں 32 کروڑ ڈالر کا چیک بھجوا کر رقوم تقسیم کی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہاکہ جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے آئین یا وطن کے خلاف کسی غداری کا ارتکاب نہیں کیا آپ نے آئین کی بعض ترامیم کا تجزیہ کیا تھا اسی طرح جس طرح ملک کے اور لوگ بعض آئینی ترامیم پر تنقید کرتے رہے ہیں۔ مکرم راجہ صاحب نے ان خبروں کی بھی پر زور تردید کی کہ قادیان میں کسی قسم کا کوئی ٹریننگ کیمپ ہے جہاں پر دہشت گردوں کو تربیت دی جاتی ہے انہوں نے کہاکہ حکومت نے سینکڑوں دہشت گردوں کو پکڑا ہے۔ ان میں ایک بھی احمدی نہیں تھا۔

مکرم راجہ صاحب نے پریس کانفرنس کا آغاز کرتے ہوئے کہاکہ ہماری جماعت بہت قانون پسند اور عاجزی کی راہوں پر چلنے والی جماعت ہے۔ ہم عموماً پریس کی خبروں کی تردید بھی جاری نہیں کرتے۔ سال دو سال میں ایک دفعہ پریس کانفرنس کر کے وضاحت کر دیتے ہیں اصل میں اس کی وجہ یہ ہے کہ پریس میں ہمارے 90 فیصد بیانات تو چھپتے ہی نہیں۔ یا کبھی کسی کونے کھدرے میں چند جملے شائع ہوتے ہیں۔ تاہم انگریزی اخبارات اس سلسلے میں بہتر رویے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ میں جماعت احمدیہ کے ترجمان کی طرف سے یہ پریس کانفرنس اس لئے کر رہا ہوں کہ چند ہفتوں سے جماعت کے خلاف بہت کچھ شائع کیا جا رہا ہے۔ پچھلے دنوں جو بحران پیدا ہوا اس میں الزام لگایا گیا کہ کسی احمدی تاجر نے 32 کروڑ ڈالر کا چیک بھیجا ہے تاکہ اس بحران کے شرکاء میں تقسیم کیا جائے۔ اور ایک بڑے اردو اخبار نے بہت بڑی سرخی کے ساتھ سپریم کورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج کے حوالے سے یہ خبر دی ہے۔ راجہ صاحب نے کہاکہ آج کے دور میں یہ معلوم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ کہ چیک کس بینک سے آیا اور پھر اس میں سے صدر، وزیر اعظم، چیف جسٹس یا اردو انگریزی میڈیا کے سرغنوں کو کتنی رقم تقسیم کی گئی۔ یہ ایک مضحکہ خیز کہانی ہے مگر اردو اور انگریزی دونوں اخبارات نے اسے شائع کیا۔

مکرم راجہ صاحب نے کہاکہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ الرابع جو ایک جماعت کے قابل احترام لیڈر ہیں اور جن کی خاطر ان کے پیروکار جانیں دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان پر یہ الزامات لگائے جا رہے ہیں کہ یہ آئین کو پامال کر رہے ہیں۔ ملکی صورت حال اس درجہ پر پہنچ چکی تھی کہ آئین کے ٹوٹنے میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا۔ راجہ صاحب نے کہاکہ آئین کی کئی ترامیم پر لوگ تنقید کرتے ہیں۔ آٹھویں ترمیم ہی اس پر اعتراضات ہوئے اس ترمیم کو ختم کرنے کے لئے تیرھویں ترمیم آئی وہ بھی سپریم کورٹ نے معطل کی۔ اگر جماعت احمدیہ کا سربراہ کسی ترمیم پر تنقید کر دے تو یہ غداری کہاں سے آگئی۔ یہ حالات و واقعات کا تجزیہ تھا جو حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے کیا۔ یہ کیسی ایمانداری ہے کہ ایک احمدی کہے تو غلط ہے اور دیگر لوگ وہی بات کہیں تو وہ درست ہے۔

راجہ صاحب نے کہاکہ 32 کروڑ ڈالر تو کجا ہم نے 32 آنے بھی کسی کو نہیں دیئے۔ میری عاجزانہ درخواست ہے کہ اس کی تحقیق کی جائے اور اگر کسی نے رقم دی ہے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ راجہ صاحب نے کہاکہ ایسی خبروں کی اشاعت ہمارے حقوق کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

مکرم راجہ صاحب نے کہاکہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے تو یہ کہا تھا کہ صدر کو گمراہ کن مشورے دیئے جا رہے ہیں۔ اور ان کے پیچھے وہ لوگ ہیں جنہوں نے انتخاب لڑا ہی نہیں۔ جو ہمیشہ الیکشن ہارتے ہیں۔ اور اب کہتے ہیں کہ ہم انقلاب لائیں گے۔ تو یہ بات تو غداری نہیں

ہے۔ مکرم راجہ صاحب نے کہا ہے کہ یہ ایک بخار ہے جس میں قوم کو مبتلا کر دیا گیا ہے۔

جماعت احمدیہ کے ترجمان نے کہا کہ اخباروں میں خبر شائع ہوئی کہ گیمبیا میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ اور ہمارے سکول بند کر دیئے گئے ہیں۔ یہ بالکل غلط اور اصل صورت کے بالکل خلاف خبر ہے۔ گیمبیا میں تو یہ قانون ہے کہ کوئی شخص ملک میں مذہبی منافرت نہیں پھیلائے گا اور اگر کوئی جماعت احمدیہ کو یہ کہے کہ یہ (دین حق کے پیروکار) نہیں تو اس بات کی بھی وہاں پر اجازت نہیں۔ اب اس خبر کی صداقت معلوم کرنا کونسا مشکل کام ہے۔ گیمبیا فون کریں یا وہاں فیکس کریں۔ فوراً حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

مکرم راجہ صاحب نے بتایا کہ ہمارے ناظر امور عامہ نے نوائے وقت کے ایڈیٹر مجید نظامی صاحب کو خط لکھا تھا کہ اس خبر کی تردید کی جائے انہوں نے کہا کہ میں نظامی صاحب کا احترام کرتا ہوں وہ پرانے صحافی ہیں اور ملک کے چوٹی کے صحافی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ سخت بیمار ہیں ان کا دوبارہ بائی پاس ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے ان تک خط نہ پہنچا ہو لیکن میں سخت احتجاج کرتا ہوں کہ ان کی جگہ پر جو شخص کام کر رہا ہے اس نے بلا تحقیق اتنی بڑی خبر کیوں شائع کر دی۔ اور پھر اس کی تردید جاری کی گئی تو وہ بھی شائع نہیں کی۔

(یاد رہے کہ ناظر صاحب امور عامہ نے یہ پیشکش کی تھی کہ اگر یہ خبر سچی نکلے تو ہم نمائندہ نوائے وقت کا گیمبیا آنے جانے کا خرچہ دینے کو تیار ہیں وہ ہمارے ساتھ چل کر خود تحقیق کر لیں۔ گیمبیا کے اخبارات کے تراشے بھی ہماری حمایت میں موجود ہیں)

مکرم راجہ صاحب نے کہا کہ اب جبکہ میں کہہ رہا ہوں تو اب تو اس کی تردید کر دیں۔ ورنہ ہم یہی سمجھیں گے کہ ہم میڈیا دہشت گردی کا شکار ہو رہے ہیں۔ کوئی ندامت کا اظہار تو ہونا چاہئے۔ خدا کے لئے میڈیا کو انتہائی کرپشن کا مظہر تو نہ بنائیں۔

مکرم راجہ صاحب نے اس خبر کی بھی تردید کی کہ انڈونیشیا یا بنگلہ دیش میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کسی ملک میں ایسا نہیں ہوا اگر ہوا ہے تو صرف مملکت خداداد پاکستان میں۔

مکرم راجہ صاحب نے اس گمراہ کن خبر کی بھی سختی سے تردید کی کہ امیر مقامی محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب اور کسی مخالف گروپ کے درمیان کوئی جھگڑا یا کوئی تنازعہ ہوا ہے۔

راجہ صاحب نے کہا کہ ہم نے کبھی ملک کے خلاف کام نہیں کیا۔ ہم نے ہمیشہ قربانیاں دی ہیں۔ کبھی بطور وزیر خارجہ، کبھی جنرل اختر ملک کی صورت میں کبھی جنرل عبدالعلی ملک کی صورت میں اور کبھی ایم ایم احمد کی صورت میں۔ میں نے خود محکمہ تعلیم میں 36 سال سروس کی ہے میری فائل آج بھی پاک وصاف ہے۔ ہم تو غدار ہو گئے اور جنہوں نے کہا کہ کوئی شخص پاکستان کی پ بھی نہیں بنا سکتا۔ وہ تو خیرخواہ ہیں اور اونچے مرتبے کے حقدار ہیں۔ جنہوں نے ریفرنڈم کی مخالفت کی جنہوں نے اقوام متحدہ میں پاکستان کی رکنیت کی مخالفت کی وہ اتحادی ہیں۔ ہم تو ان کو بھی غدار نہیں کہتے۔

راجہ صاحب نے کہا کہ معلوم کرنا چاہئے کہ حساس اداروں میں بھی تو کہیں مذہبی دہشت گرد نہیں آ گئے کہ ایک جماعت کو صرف مذہبی اغراض کے لئے مذہبی دہشت گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

**بعد ازاں مختلف سوالوں کے جواب میں مکرم راجہ صاحب نے کہا کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے آئین ٹوٹنے کی دہلیز پر پہنچ گیا ہے کی بات کی تھی۔ ملک ٹوٹنے کی بات نہیں کی تھی۔**

**راجہ صاحب نے ایک سوال کے جواب میں روزنامہ خبریں کے ایڈیٹر ضیاء شاہد صاحب کو بھی مخاطب کیا کہ ان کے اخبار میں قادیان میں دہشت گردوں کی تربیت کے مراکز قائم ہونے کی خبر شائع ہوئی ہے۔ میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں کہ یہ بالکل غلط خبر ہے۔ آج تک حکومت نے سینکڑوں دہشت گرد پکڑے ہیں ان میں ایک بھی احمدی نہیں تھا۔ خدارا ملک پر ترس کھائیں۔**

**مکرم راجہ صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہم خود کو بنیاد پرست نہیں کہتے۔ ہم مذہب میں کسی جبر کے قائل نہیں ہیں۔ ہم میثاق مدینہ اور خطبہ حجتہ الوداع کو پیش کرتے ہیں کہ سیاست میں مذہبی تعصب کی کوئی گنجائش نہیں سیاست کو سیکولر ہونا چاہئے۔**

**مکرم راجہ صاحب کی پریس کانفرنس بڑی بھرپور تھی۔ لاہور کے تمام بڑے اخبارات کے نمائندے، بی بی سی کے نمائندہ، فوٹوگرافرز اور دو بڑی خبر رساں ایجنسیوں کے نمائندگان بھی آئے ہوئے تھے۔ مکرم راجہ صاحب نے نہایت رواں دواں لہجے میں اور ضرورت کے مطابق جوش و جذبہ سے معمور ہو کر خطاب کیا اور صحافیوں کے سوالات کے جواب دیئے۔**

OOO

صفحہ ۵۳ سے آگے

وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ اور ان کے خدمت خلق کے جذبہ کی ہر شخص تعریف کر رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم مظفر احمد شرما صاحب کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے قرب میں بلند درجات عطا کرے اور ان کے کم سن بچوں بیوہ اور بوڑھے والد صاحب جن کی عمر 75 برس کے قریب ہے صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

# قرارداد تعزیت

## بروفات حضرت صاجزادہ مرزا منصور احمد صاحب

### منجانب. جماعت احمدیہ امریکہ

جماعت احمدیہ امریکہ حضرت صاجزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و صدر صدر انجمن احمدیہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ آپ کی وفات ایک عظیم جماعتی نقصان ہے۔

انہوں نے ابتلاء اور مشکل کی سخت گھڑیوں میں بڑی جرات ' استقامت ' عزم و ہمت اور خلوص سے جماعت کی خدمت کا فریضہ ادا کیا۔

جیسا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے خطبہ میں فرمایا

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ملنے والی کئی خدائی خبریں جو بظاہر آپ کے والد گرامی حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے بارے میں تھیں وہ آپ کے حق میں پوری ہوئیں۔

اگرچہ بظاہر حضرت صاجزادہ صاحب جسمانی طور پر ہم سے جدا ہو چکے ہیں لیکن وہ سب احمدیوں کے دلوں اور آنے والی نسلوں کے دلوں میں صدیوں تک زندہ رہیں گے۔

ہم حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ' حضرت صاجزادہ صاحب کی بیگم صاحبہ اور دیگر عزیزوں کی خدمت میں دلی تعزیت کے جذبات پیش کرتے ہیں۔

(صاجزادہ) مرزا مظفر احمد۔ امیر جماعت امریکہ

### (منجانب. جماعت احمدیہ جارجیا۔ امریکہ)

جماعت احمدیہ جارجیا (Gasc) امریکہ کا ایک ہنگامی اجلاس آج بتاریخ 12۔ دسمبر 1997ء منعقد ہوا جس میں مکرم و محترم حضرت صاجزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی ربوہ کے وصال پر ملال پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

محترم صاجزادہ مرزا منصور احمد صاحب حضرت صاجزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے فرزند ارجمند اور حضرت بانی سلسلہ کے پوتے تھے مرزا منصور احمد صاحب احمدیت کے درخشندہ ستارے تھے ان کی وفات ایک قومی صدمہ ہے۔ صاجزادہ صاحب کے بارہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے اپنے خطبہ میں ان کے بعض اوصاف حمیدہ بیان فرمائے اور حضرت بانی سلسلہ کی بابرکت بشارات کا ان کی ذات میں پورا ہونا بیان فرمایا۔

حضرت صاجزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی ذات والا صفات مجموعہ حسنات تھی بفضلہ تعالیٰ آپ نے ساری زندگی خدمت دین کے لئے صرف کی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عہدہ ہائے جلیلہ ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی پر احسن رنگ میں خدمت کرنے کی سعادت حاصل کی اور اپنے پیارے مولا کریم اور آئمہ کرام کی خوشنودی کے لئے ہر وقت مستعد رہے اور شب و روز خدمات بجا لاتے رہے ان کی پاکیزہ زندگی میں اپنے پیارے مولا کریم کے عشق کی جھلک نمایاں طور پر موجود ہے اور انہوں نے حضرت بانی سلسلہ کے مشن کی تکمیل میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ وہ امامت احمدیہ کے فدائی ' جاں نثار اور بہادر انسان تھے۔ بالخصوص حضرت امام جماعت کی نقل مکانی کے بعد نہایت خطرناک ادوار میں صبر ' استقلال اور ثابت قدمی سے جماعت احمدیہ کے علم کو تھامے رکھا۔ نہ کبھی اپنی جان کی پرواہ کی اور مخالفوں کی کوششوں اور بہیمانہ حملوں کو ناکام بنا دیا اور جب کبھی مخالفوں نے ربوہ پر یلغار کی ناکام کوشش کی تو آپ نے سینہ سپر ہو کر جماعت کو سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار بنا کر حملوں کو ناکام بنایا اور ان کے قدم کبھی نہ لڑکھڑائے۔ آپ کی خدمات سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔ اور ان کا نام نامی ہمیشہ عزت کے بلند مینار پر جلوہ فگن رہے گا اور ان کے کارنامے ہمیشہ تاریخ عالم میں جگمگاتے رہیں گے۔

ہماری دعا ہے مولا کریم ان کی ان عظیم خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور اپنے فضل و کرم سے اپنے قرب کا مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور آپ کو حضرت بانی سلسلہ کے قدموں میں جگہ دے۔

خدائے رحیم و کریم ہم سب کو اور ان کے خاندان کے افراد کو صبر جمیل عطا فرما کر سب کا خود حامی و ناصر ہو اور دینی دنیاوی نعمتوں سے مالا مال کرے آمین۔

اے خدا برتربت او ابرِ رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم
نیز مارا از بلا ہائے جہاں محفوظ دار
تکیہ گاہے ماتوئی اے قادر و رب کریم

ہم ہیں عہدیداران و ممبران جماعت احمدیہ
جارجیا ساؤتھ کیرولائینا امریکہ (Gasc)

# احمدی مستورات اور ہماری نوجوان نسل

(شمیم اختر اعظم۔ امریکہ)

موجودہ دور میں جبکہ اکثر دلوں پر حُبِ دنیا کا گرد بیٹھا ہوا ہے اور ہر قوم مادہ پرستی اور مادی ترقی میں مگن ہے ہم احمدی مسلمانوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد باندھ رکھا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور بنی نوع انسان کو اسلام سے روشناس کرنے اور راہ ہدایت پر لانے کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

مادیت یا مادہ پرستی وہ نظریہ ہے جس کے مطابق مادی یعنی دنیاوی ترقی و خوشحالی ہی انسانی زندگی کا حقیقی اور اعلیٰ مقصود و مدعا ہے۔ لہٰذا مادی منصوبوں اور مقاصد کو روحانی، دینی اور اخلاقی باتوں پر ترجیح دینا مادہ پرستی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ الکھف میں ایسے لوگوں کا نقشہ یوں بیان فرمایا ہے:

"الذینَ ضَلَّ سَعیُھُم فِی الحیوٰۃِ الدنیا وَ ھُم یَحسَبُونَ اَنَّھُم یُحسِنُونَ صُنعا"۔(سورہ الکھف: ۱۰۵)

وہ لوگ جن کی تمام تر کوشش اس ورلی زندگی میں ہی غائب ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

اسلام کی منفرد اور حسین تعلیم جو اسے دوسرے تمام مذاہب سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ اسلام نے ہمارے روزمرہ زندگی کے معمولات، شادی بیاہ، اہل و عیال و رشتہ داروں سے سلوک، حلال روزی اور سچی محنت کو بھی اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ یہ سب کاروبار اس کی رضا اور منشاء کے مطابق ہو۔

دوسرا حسین پہلو اسلام کی تعلیم کا یہ ہے کہ اسلام نے کسی چیز کو اپنی ذات میں اچھا یا برا قرار نہیں دیا۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ کوئی اچھی بات نہیں جس میں شر نہ ہو اور کوئی بری بات نہیں جس میں خیر نہ ہو۔ مثلاً اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو امارت بھی شر پیدا کر سکتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو غربت بھی کوئی شر پیدا نہیں کر سکتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے حساب دولت دی تھی۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے کئی صحابہ بڑے مالدار تھے مگر اس قدر مال و دولت انہیں خدا سے غافل نہ کر سکی اور نہ ان کے لئے شر کا موجب بنی۔

بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اسلام نے دنیاوی کاروبار سے الگ ہونے یا رہبانیت اختیار کرنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ہر کام میں اپنی ذاتی اغراض و جذبات کے مقابل پر خدا تعالیٰ کی رضا کو مقصود و مقدم رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ اسلام نہ تو ہمیں دنیا کے کسب و حرفت سے روکتا ہے اور نہ ہی اسلام ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم دنیا کے کاروبار بیوی بچوں یا خاوند سے الگ ہو جائیں۔ اسلام کا منشاء جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا ہے فقط یہ ہے کہ ہم رو بخدا بنیں اور رو بدنیا نہ بنیں اور دنیا کو ہی سب کچھ نہ سمجھیں۔ اسلام کے اس فلسفہ کو سمجھنا، اس پر عمل کرنا اور اسے اپنی آئندہ نسلوں میں راسخ کرنا ہم احمدی مستورات کا اولین فرض ہے اور یہ فرض انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔

معاشرہ کا ہر فرد شعوری یا غیر شعوری طور پر دوسروں پر اثر ڈالتا ہے اور ان کا اثر قبول کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تعاونوا علی البرّ والتقویٰ کو افراد کی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے خاندان، محلہ، شہر، ملک و قوم کے مجموعی تقویٰ سے وابستہ قرار دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ افراد کے تقویٰ کو تقویت اور ثبات خاندان، ملک اور اقوام کے مجموعی تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔ ہماری اعلیٰ دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار اور روایات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ ہی ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتی ہیں۔ جب تک پرانی نسل کو نئی نسل کا احترام اور اعتماد حاصل رہے یہ عمل کامیابی سے جاری رہتا ہے لیکن اگر پرانی نسل اس مقام سے گر جائے اور اس کے اور نئی نسل کے درمیان بُعد حائل ہو جائے تو یہ عمل رک جاتا ہے اور پھر اس کو بحال کرنا ممکن نہیں تو صبر آزما ضرور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا احمدی مستورات کا فرض ہے کہ وہ اس امر کی سختی سے نگرانی کریں کہ ان کے اور نئی نسل کے درمیان کسی قسم کا بُعد یا دوری حائل نہ ہونے پائے۔ اس ضمن میں انہیں چند باتیں ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہئیں۔

**اول** یہ کہ ان کے قول و فعل کا کوئی تضاد ان سے متعلق نئی نسل کے حُسنِ ظن کو پامال نہ کرنے پائے۔ انسانی طبائع اس قسم کی واقع ہوئی ہیں کہ وہ صرف قول سے متاثر نہیں ہوتیں جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ دوسرے اگر قول ہو اور اس پر عمل نہ ہو تو آہستہ آہستہ قول بھی نہیں رہتا کیونکہ قول پر عمل کے فقدان سے نہایت اعلیٰ اقدار و تعلیمات نوجوانوں کی نظر میں ایک منافقانہ اور ناپسندیدہ فعل بن جاتا ہے۔

**دوم** دورنگی اور مداہنت نوجوانوں میں ذہنی انتشار پیدا کرتی ہیں اور بے علمی یا ناقص علم اور حالات حاضرہ اور جدید مسائل و رجحانات سے بے خبری ان کے تشخص کو نئی نسل کے لئے بدنما، غیر جاذب اور بے اثر بناتی ہے۔

**سوم** عیب نمائی، ترش روئی اور نکتہ چینی نوجوان نسل کی خود اعتمادی کو ٹھیس پہنچاتی اور بغاوت و ضرر کو جنم دیتی ہے۔ اور انہیں پرانی نسل سے بیزار اور دور لے جانے کا باعث بنتی ہے۔ اسلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اعمال کی طرف سبقت کی جائے اور غضبناک، عیب جو اور معترض واعظ کی بجائے خندہ پیشانی، خلوص اور سچی ہمدردی سے ان کے دل جیتے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہر طبقہ اور عمر کے بچے اور بچیوں سے بات کرنے کا ڈھنگ سیکھا جائے۔

آیئے اب ہم سب بلا تخصیص عمر اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ روزمرہ معمولات زندگی میں ہم اپنی نئی پود کو کس قسم کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ کیا ہم واقعی رُوبخدا ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھتی ہیں؟ کیا ہمیں اپنی نئی نسل کا حقیقی احترام اور اعتماد حاصل ہے؟ آیئے ہم سب اپنی ذات کا چند سوالات کے آئینہ میں جائزہ لیں۔

دعا انسان کی نہاں در نہاں خواہشوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"دعا کے لئے انسان کو اپنے خیال اور دل کو ٹٹولنا چاہئے کہ آیا اس کا میلان دنیا کی طرف ہے یا دین کی طرف۔ یعنی کثرت سے وہ دعائیں دنیاوی آسائش کے لئے ہیں یا دین کی خدمت کے لئے۔ پس اگر معلوم ہو کہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے اسے دنیاوی افکار ہی لاحق ہیں اور دین مقصود نہیں تو اسے اپنی حالت پر رونا چاہئے"۔(ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۱۱۷)

☆...... کیا آپ اپنی دنیا کے ساتھ ہی آخرت کے لئے بھی دعا مانگتی ہیں؟ ☆...... کیا آپ کی دعاؤں میں تائید اسلام اور شوکت وجلال محمدیؐ کے ظہور کے لئے دعا ضرور شامل ہوتی ہے؟

☆...... کیا آپ اپنے دل اور اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بکثرت تر رکھتی ہیں اور کیا آپ کو روزمرہ زندگی کے مختلف مواقع کے لئے مسنون دعائیں یاد ہیں؟

☆...... کیا آپ روزانہ نماز فجر کے بعد ایک مقررہ حصہ قرآن مجید کا باترجمہ و تفسیر ضرور تلاوت کرتی ہیں، اس نیت سے کہ میں اس کتاب کو اپنا راہنما بنانے اور اس پر عمل کرنے کے لئے پڑھتی ہوں؟

☆...... کیا آنحضرت ﷺ کی احادیث اور جس قدر ممکن ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب آپ کے زیر مطالعہ رہتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ ہمیشہ پاک وطیب مال خدا کی راہ میں خرچ کرتی ہیں اور جماعت کے چندے باشرح ادا کرتی ہیں؟

☆...... کیا جب والدین، اولاد، خاوند اور برادری کا خدا تعالیٰ کے احکام سے مقابلہ پڑے تو آپ اپنے خدا کو مقدم رکھتی ہیں؟ ☆...... کیا آپ غیر اقوام کے غیر اسلامی فیشن اور رسم ورواج اختیار کرنے سے پرہیز کرتی ہیں؟ ☆...... کیا آپ کے گھر میں حسب موقع بسم اللہ، جزاك اللہ، انشاء اللہ، ماشاء اللہ، اناللہ اور السلام علیکم کہنے کا رواج ہے؟

☆...... کیا آپ شرعی پردہ کرتی ہیں اور پردہ کی روح کی حفاظت کا خیال رکھتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ کا رعب آپ کی نیکی کی وجہ سے ہے؟ ☆...... کیا آپ صرف دولت کی وجہ سے کسی کی تعظیم کرتی ہیں یا کسی عہدہ کی وجہ سے ان سے ملاقات کرنے جاتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ ہر محفل میں زیور، ملبوسات اور گھریلو آسائش وسامان کو ہی موضوع سخن بنانا پسند کرتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ اپنے شوہر سے اس کی حیثیت سے بڑھ کر مانگتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ اپنے مہمان کے لئے حد سے زیادہ تکلف کرتی ہیں اور سادگی کی بجائے نمود ونمائش کو پسند کرتی ہیں؟۔

☆...... کیا آپ اپنے قصور اور غلطی کا جلد اعتراف کرتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ لوگوں کی تضحیک کرنے، غیبت سننے اور غیبت کرنے اور کان رسی سے بچتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ دوسروں کے عیب اور کمزوریاں سن کر خوش ہوتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ کسی کا معمولی تحفہ قبول کرنے میں پس و پیش کرتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ لباس کی بناء پر کسی کو عالم، جاہل یا مدبر و عقلمند سمجھتی ہیں؟ ☆...... کیا آپ دین اور دین کی باتوں پر ہنسی ٹھٹھا کرنے والوں کی صحبت سے بچتی ہیں اور دین کے لئے غیرت کا اظہار بلاخوف وخطر کرتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ کی گواہی ہر لحاظ سے کامل طور پر سچی ہوتی ہے۔ کیا آپ قول سدید کی عادی ہیں؟۔

☆...... کیا آپ طعنے، طنز یا دوسروں کے عیب کا کھوج لگانے کی عادی ہیں یا ہنسی ہنسی میں جھوٹ بولتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ اپنے خاندان اور جماعت میں تفرقہ کا موجب بننے سے ڈرتی ہیں؟

☆...... کیا آپ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ اور دیگر خطبات باقاعدگی سے سنتی ہیں اور آپ کے ہر فرمان کی حتی المقدور اطاعت کرتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ کبھی دوسروں کی دلآزاری کا موجب ہوتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ کو ہمیشہ غیر اقوام کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے موقعہ کی تلاش رہتی ہے؟۔ ☆...... کیا آپ کام سے بچنے کے لئے بہانہ کرتی ہیں یا ہر کام جو آپ کو سونپا جائے اسے محنت سلیقے اور شوق اور دیانت سے کرتی ہیں؟۔ ☆...... کیا آپ کا سلوک اپنے بیٹے اور بیٹی سے مساوی ہے؟۔ ☆...... کیا آپ ہمیشہ اس بات سے ڈرتی ہیں کہ آپ کا کوئی فعل یا قول کسی کی ٹھوکر کا باعث نہ بنے؟۔ ☆...... کیا آپ اپنے بچوں کو مروجہ علوم سکھانے کے ساتھ ساتھ انہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کرنے کا اہتمام کرتی ہیں تاکہ ان کے دین کا قلعہ مضبوط ہو؟۔ ☆...... کیا آپ اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں اپنے رب سے اسی طرح بے تکلفی سے باتیں کرتی ہیں جس طرح اپنی سہیلیوں سے کرتی ہیں؟۔ ☆...... اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو بتادیا تھا کہ اگر تم اپنی پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کا غلبہ نزدیک آسکتا ہے۔ کیا آپ کو یہ فرمان یاد ہے؟ اور کیا آپ ہمیشہ اسے اپنے پیش نظر رکھتی ہیں؟

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کو اور اسلام میں داخل ہونے والے ہر فرد کو ایسے مومن بنائے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہو۔ جو مومنوں پر شفقت کرنے والے ہوں اور کافروں کے مقابلے میں سخت ہوں۔ جو اس کے ہر حکم پر عمل کرنے والے ہوں اور اس کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں اور راہ مولا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆

## اعلان

"امریکہ میں اسلام" کتاب کے مصنف اکمل علیمی صاحب ہیں جنہوں نے یہ بہت عمدہ کتاب لکھی ہے۔

اس کتاب کی قیمت ۲ ڈالر ہے اور مندرجہ ذیل پتہ پر مل سکتی ہے

2141 Leroy Place, NW
WASHINGTON, DC
20008

# اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

عمر رواں کے سال کہاں اور کدھر گئے؟ کچھ بے عمل چلے گئے۔ کچھ بے ثمر گئے
جو بن اڑا۔ جوانی لٹی۔ بال و پر گئے کی توبہ ہر خزاں میں۔ مگر پھر مکر گئے
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

کچھ شعر و شاعری کا بجایا کئے رباب کچھ درد سر نے اور دمہ نے کیا خراب
بیخوابیوں میں کٹ گئیں شبہائے بیحساب اعمال پھر بھی کرتے رہے۔ ہائے۔ ناصواب
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

غنچے کھلے۔ خزاں گئی۔ گل خندہ زن ہوئے گلشن بھرے۔ ہوا چلی۔ تازہ چمن ہوئے
نرگس۔ گلاب۔ یا سمن و نسترن ہوئے دل کی کلی مگر نہ کھلی۔ بے سجن ہوئے
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

تم نے تو ہر بہار میں پوری کی اپنی بات فرمایا جو زبان سے۔ اس کو دیا ثبات
گو سر پٹکتے ہم بھی رہے از پئے نجات پر گوہر مراد نہ آیا ہمارے ہات
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

پچھلا حساب گرچہ نہ بیباق تھا ہوا امسال پھر بھی عہد یہ تھا ہم نے کر لیا
بعد از خزاں یہ قرض کریں گے سبھی ادا افسوس پر۔ کہ بار یہ بڑھتا چلا گیا
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

اس جنگ نے کیا ہے بغایت سبھی کو تنگ ہر موسم بہار میں کھلتا نیا ہے رنگ
ہے انتظار "ثلج بہار" اپتو بے درنگ پر صلح کا نظر نہیں آیا کوئی بھی ڈھنگ
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

کیا پوچھتے ہو حال دل پائمال کا دلبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا وصال کا
پُر رُعبِ حسن دیکھا جو اس ذوالجلال کا پھر حوصلہ ہی پڑ نہ سکا اس سوال کا
اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

## تکبر کی قسمیں

تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے جبکہ دوسرے کو گھور کر دیکھتا ہے تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے کبھی زبان سے نکلتا ہے اور کبھی اس کا اظہار سر سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے غرضیکہ تکبر کے کئی چشمے ہیں اور مومن کو چاہئے کہ ان تمام چشموں سے بچتا رہے اور اس کا کوئی عضوایسانہ ہو جس سے تکبر کی بو آوے اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو۔

صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاق رذیلہ کے بہت سے جن ہیں اور جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں مگر سب سے آخری جن تکبر کا ہوتا ہے جو اس میں رہتا ہے اور خدا کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے۔

بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے اس لئے تکبر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہئے بعض وقت یہ تکبر دولت سے پیدا ہوتا ہے دولتمند متکبر دوسروں کو کنگال سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے بعض اوقات خاندان اور ذات کا تکبر ہوتا ہے سمجھتا ہے کہ میری ذات بڑی ہے اور یہ چھوٹی ذات کا ہے۔ ایک عورت سیدانی تھی اسے پیاس لگی وہ دوسرے کے گھر میں جاکر کہنے لگی امتی تو پانی تو پلا مگر پیالہ کو دھو لینا کیوں کہ تم امتی ہو اور میں سیدانی اور آل رسول ہوں۔

بعض وقت تکبر علم سے بھی پیدا ہوتا ہے ایک شخص غلط بولتا ہے تو یہ جھٹ اس کا عیب پکڑتا ہے اور شور مچاتا ہے کہ اس کو تو ایک لفظ بھی صحیح بولنا نہیں آتا غرض مختلف قسمیں تکبر کی ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب انسان کو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہیں اور لوگوں کو نفع پہنچانے سے روک دیتی ہیں ان سب سے بچنا چاہئے۔ (ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ جلد ۶)

## محترم مظفر احمد شرما شکارپور' راہ مولا میں قربان ہو گئے

احباب جماعت کو افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ مکرم مظفر احمد شرما صاحب ایڈووکیٹ نے شکارپور (سندھ) میں اپنی جان راہ مولا میں قربان کر دی۔ کسی نامعلوم قاتل نے صدر بازار شکار پور میں 12 دسمبر 1997ء کو رات پونے آٹھ بجے ان پر فائر کیا۔ موصوف شرما صاحب جماعت احمدیہ شکارپور جیکب آباد' سکھر اور گھوٹکی کے نائب امیر تھے اور راہ مولا میں جان قربان کرنے کے وقت وہ قائمقام امیر ضلع کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ شکارپور پریس کلب کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔ ان کی عمر 42 سال تھی۔ وہ حضرت عبدالرحیم شرما صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ کے پوتے تھے۔

مکرم مظفر احمد شرما صاحب شکارپور اور علاقے بھر کی نہایت سرگرم اور متحرک شخصیت تھے۔ بے حد مخلص فدائی خادم سلسلہ تھے۔ غیر از جماعت احباب میں بھی بے حد مقبول شخصیت تھے۔ علاقے بھر کے لوگوں کے ساتھ نہایت وسیع اور گہرے تعلقات تھے۔ حادثے کے روز وہ اپنی بھاوجہ محترمہ اور ان کی بچیوں کو تانگے میں سوار کرکے اسٹیشن پر جا رہے تھے۔ خود وہ موٹر سائیکل پر سوار پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ کہ ایک نامعلوم شخص نے ان پر فائر کر دیا۔ مکرم شرما صاحب گر پڑے اور سول ہسپتال میں جاتے ہی راہ مولا میں اپنی جان فدا کر دی۔

محترم مظفر احمد شرما صاحب محترم شیخ عبدالرشید شرما صاحب کے صاحبزادے اور محترم میجر (ر) عبدالحمید شرما صاحب کے بھتیجے اور داماد تھے۔ انہوں نے اپنی یادگار اپنی بیوہ محترمہ فوزیہ صاحبہ اور دو بچیاں عمر 12 سال اور 10 سال اور ایک واقف نو بیٹا عمر 8 سال پیچھے چھوڑے ہیں۔

محترم شرما صاحب ایڈووکیٹ تھے۔ وہ سندھ میں پیدا ہوئے بڑی روانی سے سندھی زبان بولتے تھے۔ بڑے جرات مند اور دینی غیرت رکھنے والے تھے۔ وہ مجلس خدام الاحمدیہ کے سابق قائد ضلع رہے اور بوقت وفات وہ سیکرٹری امور عامہ اور قاضی بھی تھے۔

ان کا جنازہ شکارپور میں 13 دسمبر کو دن کے دس بجے مربی سلسلہ مکرم اقبال منیر صاحب نے پڑھایا جس میں غیر از جماعت احباب بھی شامل ہوئے۔ بعد ازاں ساڑھے نو بجے ویگن کے ذریعے ان کا جنازہ ربوہ کے لئے روانہ ہوا۔ دو بجے روہڑی پہنچا اگلے روز 14 دسمبر کو صبح ساڑھے نو بجے کے قریب دار الضیافت ربوہ پہنچا۔ ربوہ میں 14 دسمبر کو سوا دس بجے احاطہ صدر انجمن احمدیہ میں محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے جنازہ پڑھایا۔ جس میں اہل ربوہ کی بہت بڑی تعداد شامل ہوئی۔ اس کے بعد عام قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ جہاں قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے دعا کرائی۔ جنازہ میں شمولیت کے لئے مکرم عبداللطیف احمد صاحب امیر ضلع خیرپور ہمراہ آئے اور کراچی کی جماعت کے نمائندگان کے طور پر مکرم ملک مبشر احمد صاحب جنرل سیکرٹری سندھ بلوچستان جماعت' مکرم چوہدری منیر احمد اور مکرم طارق سجاد صاحب کراچی سے تشریف لائے۔ علاقے بھر کے غیر از جماعت لوگوں نے محترم مظفر احمد شرما صاحب کی المناک

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

Although we may have to share the pain of our friends
And although we may have to carry the burden of others

Nevertheless, O ALLAH, death is preferable to life
If we cannot openly declare Thy Holy name

Our enemies are announcing their verdicts on the pulpits!
And we are forced to keep our emotions within our bosoms!

What kind of justice is it, that they do the mischief and we suffer the result,
We face the penalty which truly belongs to them

Listen O Contender! do not exceed the limits in your claims
Lest we are forced to raise hue and cry in the streets of Our Lord

O ALLAH, distance us not that the ties of love are severed
And we are driven to bring strangers close to us

We will convey the truth of Islam, come what may
We will travel to wherever we need to go

We do not even worry, if like a miswritten word
We have to erase our own life

Mahmood! we will not rest until truth prevails
Even if we have to shake the whole world.

غم اپنے دوستوں کا بھی کھانا پڑے ہمیں — اغیار کا بھی بوجھ اُٹھانا پڑے ہمیں
اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خُدا — جس میں کہ تیرا نام چھُپانا پڑے ہمیں
منبر پہ چڑھ کے غیر کہے اپنا مُدّعا — سینہ میں اپنے جوش دبانا پڑے ہمیں
یہ کیسا عدل ہے کہ کریں اَور، ہم بھریں — اَغیار کا بھی قضیہ چُکانا پڑے ہمیں
سُن مُدّعی نہ بات بڑھا تا نہ ہو یہ بات — کوچہ میں اس کے شور مچانا پڑے ہمیں
اتنا نہ دُور کر کہ کٹے رشتۂ وِداد — سینہ سے اپنے غیر لگانا پڑے ہمیں
پھیلائیں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو — جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
پَروا نہیں جو ہاتھ سے اپنے ہی اپنا آپ — حرفِ غَلَط کی طرح مٹانا پڑے ہمیں
محمودؔ کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
رُوئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں